ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: نصیر احمد قمر

جلد 25 | جمعۃ المبارک 16/فروری 2018ء — 29 جمادی الاوّل 1439 ہجری قمری ❁ 16/تبلیغ 1397 ہجری شمسی | شمارہ 07

مبشر اولاد

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو وہ شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔

(مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

مسلمانوں کے ایک گروہ نے یہودیوں کی راہ اور نمونہ اختیار کرلیا جو خدا کے غضب کے نیچے تھے اور ان کی خواہشیں اور ریا اور کینہ اور دشمنی اور سرکشی بالکل اُن جیسی ہوگئی۔ جھوٹ بولتے ہیں اور تبہ کاری کرتے ہیں اور ظلم اور تکبر کرتے ہیں۔ اور ناحق خون کرنے کو دوست رکھتے ہیں۔ اور ان کے نفس حرص اور طمع اور بخل اور حسد سے بھر گئے ہیں اور وہ ذلیل ہو گئے ہیں۔ نہ آسمان میں اُن کی عزت ہے اور نہ زمین میں۔ اور ہر ایک طرف سے دھتکارے جاتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہمارا اور کوئی نبی نہیں اور قرآن کے سوا ہماری اور کوئی کتاب نہیں۔ اے رُشد کے طالبو! اُس سے رُشد طلب کرو۔ اور ہم کو فاتحہ میں دعا سکھائی گئی ہے اور اس دعا کو خدا تعالیٰ نے سورۃ نور میں قبول فرمایا۔ پس کیوں قرآن کے مغز کو چھوڑتے ہو اور چھلکے پر قناعت کرتے ہو۔

’’اور فاتحہ کی سورۃ اس سعادت مند کے لئے جو حق تلاش کرتا ہے اور ہمارے سامنے سے متکبر کی طرح نہیں گزرتا کافی ہے۔ کیونکہ خدا نے اس سورۃ میں تین فرقوں کا ذکر کیا ہے جو اگلے زمانہ میں گزرے۔ اور وہ یہ ہیں مُنۡعَمۡ عَلَیۡھِمۡ اور مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ اور ضَآلِّیۡن۔ پھر اس اُمّت کو چوتھا فرقہ قرار دیا اور فاتحہ میں اشارہ کیا کہ وہ ان تین فرقوں میں سے یا تو مُنۡعَمۡ عَلَیۡھِمۡ کے وارث ہوں گے یا مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ کے وارث ہوں گے یا ضَآلِّیۡن کے وارث ہوں گے اور حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے رب سے چاہیں کہ ان کو پہلے فرقہ میں سے بناوے اور مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ اور ضَآلِّیۡن میں سے نہ بناوے جو عیسیٰ کو پوجتے ہیں اور اپنے پروردگار کے برابر بناتے ہیں اور اس میں ان کے لئے جو فراست سے کام لیتے ہیں تین پیشگوئیاں ہیں۔ پس جب ان پیشگوئیوں کا وقت پہنچ گیا خدا نے ضَآلِّیۡن سے شروع کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو پس نصاریٰ ایسی قوت کے ساتھ اپنے گرجاؤں سے نکلے ہیں کہ کوئی ان کی برابری نہیں کرسکتا۔ اور وہ ہر ایک اونچائی پر سے دوڑتے ہیں۔ اور زمین ہلنے لگی اور اپنے سب بوجھ اُگل دیئے اور مسلمانوں میں سے بہت سے نصرانی ہوگئے۔ پھر دوسری خبر کا وقت پہنچا یعنی مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ کے نکلنے کا وقت۔ جیسا کہ خدا نے وعدہ فرمایا تھا۔ پس مسلمانوں کے ایک گروہ نے یہودیوں کی راہ اور نمونہ اختیار کرلیا جو خدا کے غضب کے نیچے تھے اور ان کی خواہشیں اور ریا اور کینہ اور دشمنی اور سرکشی بالکل اُن جیسی ہوگئی۔ جھوٹ بولتے ہیں اور تبہ کاری کرتے ہیں اور ظلم اور تکبر کرتے ہیں۔ اور ناحق خون کرنے کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے نفس حرص اور طمع اور بخل اور حسد سے بھر گئے ہیں اور وہ ذلیل ہو گئے ہیں۔ نہ آسمان میں اُن کی عزت ہے اور نہ زمین میں۔ اور ہر ایک طرف سے دھتکارے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح زمین ظلم اور جور سے بھر گئی اور نیک لوگ کم ہوگئے۔ ایسے وقت میں خدا نے زمین کو دیکھا اور زمین والوں کو تین طرح کی تاریکی میں پایا۔ ایک جہالت کا اندھیرا۔ دوسرے فسق کا اندھیرا۔ تیسرے ان لوگوں کا اندھیرا جو تثلیث اور شیطان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ پس فضل اور رحم کرکے تیسرے وعدہ کو یاد کیا جس کے لئے دعا کرنے والے دعا کرتے تھے۔ پس مثیلِ عیسیٰ کو بھیجنے سے اس اُمّت پر انعام کیا اور اس پر اندھوں کے سوا اور کوئی انکار نہیں کرتا۔ اور وہ لوگ جو قرآن شریف کی خبروں اور اس کے وعدوں پر ایمان لائے اور جو اس کے خلاف تھا اس سے انکار کیا ٹھیک مومن یہی ہیں۔ اور یہی وہ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے ہدایت دی اور یہی ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہمارا اور کوئی نبی نہیں اور قرآن کے سوا ہماری اور کوئی کتاب نہیں۔ اے رشد کے طالبو! اس سے رشد طلب کرو۔ اور ہم کو فاتحہ میں دعا سکھائی گئی ہے اور اس دعا کو خدا تعالیٰ نے سورۃ نور میں قبول فرمایا۔ پس کیوں قرآن کے مغز کو چھوڑتے ہو اور چھلکے پر قناعت کرتے ہو۔ قرآن کے وعدوں میں کوئی پوشیدگی نہیں بلکہ کھلا بیان ہے ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں۔ تمہیں کیا ہوا کہ خدا کی نعمتوں کو ان کے نازل ہونے کے بعد ردّ کرتے ہو۔ کیا حیوان ہو یا عقل والے انسان؟

اور خدا نے فاتحہ میں تین فرقوں کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ اُمّت مذکورہ قسموں میں سے ہر ایک قسم کی وارث ہوگی۔ پس بلاشبہ یہ وراثت ہمارے زمانہ میں جو آخری زمانہ ہے ایسی ظہور تام سے مسلمانوں میں ظاہر ہوگئی ہے کہ ہر یک نفس بغیر حاجتِ فکر کے اس کو پہچان رہا ہے۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو ہمارے زمانہ کے مسلمانوں اور ان کے کاموں کی طرف نظر کرتے ہیں اور ان تین قسم کے وارثوں میں سے ہر یک فرقۂ وارثہ کے تین درجہ ہیں۔ لیکن وہ جو مُنۡعَمۡ عَلَیۡھِمۡ کے وارث ہوئے ان میں سے بعضوں نے انعام سے حصہ نہ پایا مگر تھوڑا سا حصہ عقائد اور احکام میں سے ان کو ملا اور اسی پر انہوں نے قناعت کی۔ اور بعض ان میں سے درمیانی چال والے ہیں اور وہ اسی اپنی چال پر کھڑے ہوگئے اور تکمیل اور کمال کے درجہ تک نہیں پہنچے۔ اور ان میں سے ایک فرد ہے کہ خدا نے اس کو چنا اور امام بنایا اور نیکیوں میں کامل کیا اور وہ چُن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور درجوں سے مخصوص کرتا ہے۔ پس وہی مخصوص وہی مسیح موعود ہے جو اِس قوم میں ظاہر ہوا اور وہ نہیں پہچانتے۔ اور لیکن جو مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ کے وارث ہوئے ان میں سے وہ مسلمان ہیں جو خدا کے احکام اور فرائض کے ترک کرنے میں یہود سے مشابہ ہوگئے۔ نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزہ رکھتے ہیں اور موت کو یاد نہیں کرتے اور بے خوف ہیں۔ اور ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنا معبود بنایا اور رات دن اسی کے لئے کام کرتے ہیں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ مع اردو ترجمہ صفحہ 109 تا 114۔ شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

بعض نامور غیر احمدیوں کی نظر میں

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 23)

نامور ادیب ابوظفر نازش رضوی کے قلم سے بلند پایہ خدمات کا ایمان افروز تذکرہ

پاکستان کے مشہور و معروف ادیب و فاضل اور محقق جناب ابوظفر نازش صاحب رضوی نے حضرت مصلح موعودؓ کی شاندار دینی خدمات پر حسب ذیل مقالہ میں تفصیلی روشنی ڈالی:

اظہارِ حقیقت

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی زندگی کا ایک ایک سانس اسلام کی سربلندی کے لئے وقف تھا

’’حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ سے میری پہلی ملاقات دسمبر 1939ء کے پہلے ہفتہ میں بمقام قادیان ایک خاص صورتحال کے تحت ہوئی۔ اور وہاں میرا قیام دسمبر کے اخیر تک رہا۔ اس عرصہ میں مجھے حضرت صاحب سے تین بار شرفِ ملاقات حاصل ہوا اور ہر بار مَیں ان کی مقناطیسی کشش سے نہایت متاثر ہوا۔ میں ایک پشتینی پختہ کار شیعہ ہوں اس لئے بظاہر میرا قادیان جانا اور پھر مہینہ بھر وہاں قیام کرنا ایک عجیب سی بات تھی مگر حالات کچھ ایسے تھے کہ میرا قادیان جانے کے بغیر چارۂ کار نہ تھا۔

میں اُس زمانہ میں دہلی میں مستقل طور سے مقیم تھا۔ بات یہ ہوئی کہ ان دنوں میری کچھ نظمیں یکے بعد دیگرے اخبارات و رسائل میں شائع ہوئیں جن سے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کا پہلو نکلتا تھا۔ اس پر حکومت کی طرف سے میرے خلاف خفیہ تفتیش ہونے لگی اور مقدمات مرتب کئے جانے لگے۔ اسی اثناء میں میرا ایک نہایت معزز غیر مسلم دوست اپنے بعض دیگر اسی نوعیت کے افعال پر حکومت کے زیرِ عتاب تھا۔ اُس سلسلہ میں میرا نام بھی خفیہ طور پر شامل تفتیش کرلیا گیا۔ چنانچہ میرے اُس غیر مسلم دوست کی گرفتاری عمل میں آئی مگر میری گرفتاری کسی وجہ سے چند گھنٹوں کے لئے ملتوی کر دی گئی۔ اِس پر میرے چند بااثر اور مخلص شیعی و سنّی دوست جو ملکی حالات سے زیادہ باخبر اور جماعتِ احمدیہ سے حسنِ ظن رکھتے تھے دہلی میں اکٹھے ہوئے اور میرے بچاؤ کی تدابیر پر بحث ہونے لگی۔ انہوں نے طویل بحث کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ وہ حکومت کے اعلیٰ ارکان سے مل کر میرا معاملہ رفع دفع کرانے کی کوشش کریں۔ مگر مجھے فوراً دہلی کو چھوڑ دینا اور چند دن کسی ایسے مقام پر چلا جانا چاہیئے جہاں کسی قسم کی چالاکی، شرارت اور جاسوسی کا امکان نہ ہو۔

اس سلسلے میں ان کی نظر قادیان پر پڑی اور مجھے مشورہ دیا کہ میں چند دن کے لئے وہاں چلا جاؤں۔ چنانچہ میں کسی دوسرے دوست یا عزیز کو بتائے بغیر قادیان پہنچ گیا اور وہاں میں نے یہ ظاہر کیا کہ وہاں کی عظیم الشان لائبریری سے استفادہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ چونکہ اس مقصد کے لئے اکثر اعلیٰ علمی ذوق رکھنے والے افراد وہاں پہنچ جایا کرتے تھے اس لئے میری بات پر یقین کرلیا گیا اور سچ مچ کسی نے زیادہ ٹوہ لگانے کی کوشش نہ کی۔ میں پہلے دن ہی مطمئن ہو گیا۔ میرا قیام مہمان خانے میں ہوا۔ وہاں مجھے پتہ چلا کہ امام صاحب جماعت احمدیہ کے پرائیویٹ سیکرٹری جناب چوہدری بشیر احمد خان بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ہیں (جو آجکل لاہور میں اوتھ کمشنر ہیں) وہ نہ صرف میرے شناسا تھے بلکہ میرے استاد بھی رہ چکے تھے۔ میں ان سے ملا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ میری خواہش پر انہوں نے حضرت صاحب سے میری ملاقات کا فوراً انتظام کر دیا۔

ملاقات کا انتظام ہوتے ہی میں دارالخلافت پہنچا اور جب چند سیڑھیاں طے کر کے اندر پہنچا تو حضرت صاحب گاؤ تکئے سے ٹیک لگائے قالین سے مفروش کمرے میں تشریف فرما تھے۔ میں رسمِ سلام ادا کر کے جب مصافحہ کر چکا تو مختصر سے وقفہ کے بعد آپ نے فرمایا:۔

’’قادیان دارالامان ہے۔ یہاں آپ کو سو فیصد امن اور سکون میسر رہے گا‘‘

حضرت صاحب کے اس فقرے پر مجھے بہت تعجب ہوا۔ قادیان کو دارالامان تسلیم کر کے ہی میرے شیعی اور سنّی دوستوں نے مجھے وہاں بھیجا تھا۔ مگر حضرت صاحب کا میرے حالات سے قطعاً ناواقف ہوتے ہوئے مجھے خاص طور پر ’’امن‘‘ کا یقین دلانا بڑی ہی استعجاب انگیز بات تھی۔

قادیان کے سالانہ جلسے تک میرا معاملہ سلجھ چکا تھا مگر میں مزید چند روز قادیان میں قیام پذیر رہا۔ اس موقع پر میرے چند احمدی دوست بھی قادیان پہنچ گئے تو باقی دنوں کے لئے میری رہائش کا انتظام محترم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے دولت کدہ پر ہو گیا۔ جہاں میں نے خلوص اور عقیدت کا بے نظیر نظارہ دیکھا۔ ان دنوں حضرت صاحب بے حد مصروف تھے پھر بھی میری ضروریات کے متعلق آپ دریافت فرماتے رہے۔

دوسری مرتبہ 1940ء میں مجھے ایک سیاسی مشن پر قادیان جانا پڑا۔ اس زمانے میں ہندو اپنی سنگھنی شرارتوں کا ایک خاص منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس موقع پر مرحوم و مغفور امام صاحب جامع مسجد دہلی اور سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ اور دیگر چوٹی کے مُسلم اکابر نے مجھے نمائندہ بنا کر بھیجا کہ حضرت صاحب سے اس باب میں تفصیلی بات چیت کروں اور اسلام کے خلاف اس فتنے کے تدارک کے لئے ان کی ہدایات حاصل کروں۔ یہ مشن بہت خفیہ تھا کیونکہ ہندوستان کے چوٹی کے مسلمان اکابر جہاں یہ سمجھتے تھے کہ ہندوؤں کے اُس ناپاک منصوبے کا موثر جواب مسلمانوں کی طرف سے صرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی دے سکتے ہیں۔ وہاں وہ عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت صاحب کو اپنا رہبر تسلیم کر چکے ہیں۔

میں اس سلسلے میں قادیان تین دن مقیم رہا۔ اور حضرت صاحب سے کئی تفصیلی ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں دو باتیں مجھ پر واضح ہوگئیں ایک یہ کہ حضرت صاحب کو اسلام اور حضور سرور کائنات علیہ السلام سے جو عشق ہے اس کی مثال اِس دور میں ملنا محال ہے۔ دوسرے یہ کہ تحفظ اسلام کے لئے جو اہم نکات حضرت صاحب کو سوجھتے ہیں وہ کسی دیگر مُسلم لیڈر کے ذہن سے مخفی رہتے ہیں۔ میرا یہ مشن بہت کامیاب رہا اور میں نے دہلی جا کر جو رپورٹ پیش کی اس سے مسلم زعماء کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت صاحب سے میری ایک ملاقات شملہ میں ہوئی۔ اس ملاقات کے دوران میں نے محض اپنی ذاتی حیثیت سے یہ تجویز پیش کی کہ کوئی ایسا فارمولا تلاش کر لیا جائے جس سے شیعہ اور احمدی فرقوں کے درمیان اشتراک عمل کی کوئی راہ پیدا ہو جائے۔ پھر رفتہ رفتہ اسلام کے دوسرے چھوٹے فرقوں کو شامل کر لیا جائے۔ یہاں تک کہ بالآخر اختلافِ عقائد کے باوجود تمام مسلم فرقوں میں تعمیری کاموں کے لئے اتحاد و اتفاق ہو جائے۔ میرے نزدیک اس کے دو فائدے تھے ایک یہ کہ اس طرح مسلمانانِ ہند بحیثیت مجموعی دشمنانِ اسلام کا ہر پہلو سے موثر اور نتیجہ خیز مقابلہ کرسکیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ اسلام کے مختلف فرقے خدا اور رسول ﷺ کا نام درمیان میں لا کر ایک دوسرے پر جو کیچڑ اُچھالتے ہیں وہ بند ہو جائے گا۔ حضرت صاحب نے اصولی طور پر میری یہ تجویز بہت پسند فرمائی لیکن وہ ان دنوں بہت مصروف تھے اور یہ مسئلہ وقت طلب تھا اس لئے آپ نے مجھے قادیان آنے کی دعوت دی تا کہ وہاں اطمینان سے اس تجویز کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کیا جا سکے۔ میں نے یہ دعوت قبول کر لی مگر میری مصروفیتوں نے بعد میں مجھے قادیان جانے کی اجازت نہ دی۔

تشکیلِ پاکستان کے بعد مولانا عبدالرحیم صاحب دردمرحوم کی دعوت پر میں ربوہ میں ایک سالانہ جلسہ میں شریک ہوا اور کئی دوستوں سے ملاقی ہوا۔ اس موقع پر بھی حضرت صاحب سے میری ایک مختصر سے ملاقات ہوگئی مگر کوئی خاص گفتگو نہ ہوسکی۔

فروری 1956ء کے پہلے ہفتے میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب موجودہ امام جماعتِ احمدیہ کے ارشاد پر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پروفیسر خان نصیر احمد خان لاہور تشریف لائے اور مولانا عبدالمجید سالک مرحوم مغفور، چوہدری عبدالرشید تبسم ایم۔ اے اور مجھے موٹر کار میں ربوہ لے گئے کہ وہاں ایک انعامی مقابلۂ تقاریر اور مشاعرہ کا انعقاد تھا جس میں ہماری شرکت ضروری سمجھی گئی۔ ربوہ میں اس روز شام کو پہلے انعامی مقابلۂ تقاریر ہوا جس میں ہم تینوں نے جج کے فرائض انجام دیئے اور پھر مولانا عبدالمجید سالک مرحوم و مغفور کی زیرِ صدارت مشاعرہ ہوا۔ یہ دونوں تقریبیں بہت کامیاب رہیں۔

دوسرے دن حضرت صاحب نے بعد دوپہر ہم تینوں کو چائے پر یاد فرمایا۔ میں حضرت صاحب سے گزشتہ ملاقاتوں میں ان کی بے مثال سیاسی بصیرت اور اسلام سے متعلق انتہائی غیرت کا تہ دل سے قائل ہو چکا تھا۔ لیکن اس چائے پر ان کی زندگی کا ایک اَور گوشہ میرے سامنے آیا جس سے میں ابھی تک ناواقف تھا۔ اس گوشے کا تعلق لطافتِ طبع اور ذوقِ ادب سے تھا۔ چائے شروع ہوئی تو چند نوجوانوں نے مووی کیمرہ سے حضرت صاحب سمیت ہم سب کی تصاویر لیں۔ اور چند منٹ تک یہ نوجوان اس کمرے میں موجود رہے پھر معلوم نہیں۔ وہ ازخود ہی چلے گئے یا حضرت صاحب نے اشارہ فرمادیا کہ وہ چلے جائیں۔ بہرحال اب ہم تینوں ادیب تھے اور حضرت صاحب۔ اَور کوئی نہ تھا۔ باتوں باتوں میں گزشتہ رات کے انعامی مقابلۂ تقاریر اور مشاعرے کا ذکر آ گیا۔ مولانا سالک مرحوم نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی غیر معمولی انتظامی قابلیت کو بہت سراہا اور کہا کہ اگر اسی قسم کی متانت اور شائستگی قائم رہے تو ایسے ادبی اجتماع اکثر منعقد ہوتے رہنے چاہئیں ان کی افادیت بہت ہے۔ حضرت صاحب نے سالک صاحب مرحوم کی یہ تجویز پسند فرمائی۔ پھر ادبیات پر گفتگو شروع ہوگئی مجھے اس بات سے سخت حیرت ہوئی کہ حضرت صاحب کا ادبی ذوق نہایت منجھا ہوا اور انتہائی دقیقہ رس ہے۔ ادب کی نازک لطافتوں کا ذکر آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کو اِن پر صرف عبور ہی حاصل نہیں بلکہ یہ خود اُن کی طبیعت کا حصہ ہیں۔ کسی نظام کا سربراہ یا کسی قوم کا پیشوا ہونا جدا بات ہے اور انتہائی لطیف ادبی ذوق کا حامل ہونا قطعی طور پر دوسری چیز ہے۔ پھر آپ کا اپنا کلام بھی بہت ہی بلند پایہ ہے۔

حضرت صاحب نے خواہش فرمائی کہ سالک صاحب اپنا کلام سنائیں۔ سالک صاحب نے پہلے تو معذرت چاہی۔ پھر امتثالِ امر کے طور پر انہوں نے اپنے نہایت بیش قیمت اور پاکیزہ اشعار سنائے جو مکمل دو غزلوں پر مشتمل تھے۔ سالک صاحب کا کلام حضرت صاحب نے بہ دل پسند فرمایا۔ پھر مجھے ارشاد ہوا میں نے بھی دو غزلیں پیش کیں۔ حضرت صاحب نے ان پر بھی اپنی خاص پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

بعدہٗ تبسّم صاحب کی باری آئی انہوں نے اپنی ایک دوغزل پیش کی جس کا مصرعہ اُولیٰ سماعت فرماتے ہی حضرت صاحب نے پہلو بدلا اور بالخصوص توجہ مبذول فرمائی۔ غزل کا مطلع یہ تھا ؎

اُسے کام کیا ہے سلوک سے کہ جو فیضیاب شہود ہے
جو نگاہ جلوہ شناس ہو تو نفس دلیلِ صعود ہے

تبسّم صاحب نے یہ مطلع پڑھا تو حضرت صاحب بہت محظوظ ہوئے اور مکرّر پڑھنے کو فرمایا۔

پھر ہم نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے کلام سے ہمیں مستفیض فرمائیں اِس پر حضور نے فرمایا:۔ ’’آپ حضرات شاعری کی نیت سے شعر کہتے ہیں اِس لئے آپ شاعر ہیں۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ تبلیغ کی خاطر ہوتا ہے ہم اُسے شاعری نہیں سمجھتے‘‘۔

سالک صاحب یہاں بھی مزاح سے نہ چُوکے۔ فوراً بول اٹھے:۔ ’’مَیں اور نازش غیر احمدی ہیں آپ ہمیں تبلیغ فرمائیے‘‘۔

اس پر حضرت صاحب مسکرائے اور ازراہِ کرم اپنے چند بلیغ اشعار فرمادیئے جنہیں سن کر ہم سب بہت لطف اندوز ہوئے۔

میری درخواست پر حضرت صاحب نے اپنی چھوٹی تقطیع کی ایک کتاب ’’کلامِ محمود‘‘ اپنے دستخط ثبت فرما کر مجھے مرحمت فرمائی جو اَب تک میرے پاس محفوظ ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سے میری آخری ملاقات 1960ء میں ہوئی۔ اُس وقت محترم حکیم یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال بھی میرے ہمراہ تھے۔ ہم محض حضرت صاحب سے ملاقی ہونے ربوہ گئے تھے۔ ربوہ میں داخل ہوتے ہی ہم نے حضرت صاحب کے سیکرٹری کو ٹیلیفون پر اپنی آمد کی اطلاع دی تو چند ہی منٹ میں شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر ’’الفضل‘‘ ہمارے پاس پہنچ گئے۔ شیخ صاحب انتہائی مخلص آدمی ہیں۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کی طبیعت ناساز ہے آج ملاقات نہیں ہو سکے گی اور جمعہ کے دن ویسے ہی ملاقاتیں بند ہیں۔ ہم نے سیکرٹری صاحب سے عرض کیا کہ ہماری آمد کی اطلاع بہرحال حضرت صاحب تک پہنچا دیں۔ انہوں نے ایسا کرنے کا وعدہ کرلیا۔ ہم نمازِ عصر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ سیکرٹری صاحب نے آ

کر فرمایا کہ کل یعنی جمعہ کی صبح ہمیں حضرت صاحب نے چائے پر یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ جمعہ کو صبح آٹھ بجے ہم حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے۔اس وقت حضرت صاحب علیل الطبع اور بہت کمزور تھے۔آپ ایک بے بستر کی چارپائی پر استراحت فرما تھے۔ہم کمرے میں داخل ہوئے تو آپ نے اٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ تکلیف نہ فرمائیں اور آرام فرمارہیں۔ اس پر آپ لیٹے رہے۔ہم قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ مزاج پُرسی کے بعد آپ نے حکیم یوسف حسن صاحب سے فرمایا: ’’آپ کا رسالہ نیرنگ خیال مدت سے ہمارے مطالعہ میں ہے آپ اسے زندہ رکھنے اور ترقی دینے کے لئے بڑے عزم و استقلال سے کام لے رہے ہیں جو قابلِ تعریف ہے‘‘۔

حکیم صاحب نے حضور کا بہت بہت شکریہ ادا کیا کہ آپ نیرنگ خیال میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ پھر حضور نے حکیم صاحب سے فرمایا: ’’آپ نے ایک دفعہ قادیان آ کر ہماری بچی کا علاج کیا تھا اس وقت بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم مرض کی تشخیص نہیں کر سکے تھے۔ ہم نے آپ کو لاہور سے بلوایا تو آپ کے علاج سے بچی تندرست ہوگئی۔ یہ سب خداوند تعالیٰ کا فضل تھا‘‘۔

اب یہ اتنے لمبے عرصہ کا واقعہ تھا کہ اسے خود حکیم یوسف حسن صاحب بھی بھول چکے تھے۔ حضرت صاحب کے ارشاد پر حکیم صاحب نے حافظے پر زور دیا تو انہیں یہ واقعہ بمشکل یاد آیا۔ حکیم صاحب اور میں حضرت صاحب کی غیر معمولی قوتِ حافظہ پر سخت حیران ہوئے بالخصوص اس لئے کہ اب حضرت صاحب بیمار بھی تھے۔ پھر حضرت صاحب میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور حکیم صاحب سے فرمایا:

’’نازش صاحب احمدی شیعہ ہیں۔ یہ ہمارے پرانے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنا قلم ہمارے حق میں استعمال کیا ہے اس لئے کہ ہمارے مخالف ہم سے مخالفت محض برائے مخالفت کرتے رہے ہیں اور ہم ہمیشہ حق پر ہوتے رہے ہیں۔ نازش صاحب نے حق کی حمایت میں کوتاہی نہیں کی‘‘۔

حضرت صاحب اب مجھ سے مخاطب ہوئے فرمایا: ’’آپ کے کتنے بچے ہیں؟ وہ کیا کیا کرتے ہیں؟ اگر وہ زیر تعلیم ہیں تو ان سب کو ربوہ بھیج دیں ہمارے یہاں ان کی رہائش اور خوراک کا سب انتظام ہوجائے گا۔ وہ شیعہ رہتے ہوئے یہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں گے‘‘۔

میں حضور کی اس انتہائی مخلصانہ پیشکش سے بے حد متاثر ہوا اور بصمیم قلب شکریہ بجالایا۔

افسوس کہ وہ وجود جو انسانیت کے لئے سراپا احسان و مروّت تھا آج اس دنیا میں نہیں۔ وہ عظیم الشان سپر آج پیوند زمین ہے جس نے مخالفین اسلام کی ہر تلوار کا وار اپنے سینے پر برداشت کیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اسلام کو گزند پہنچے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات سے جماعت احمدیہ یقینا بہت غمگین ہے کیونکہ اس کا وہ امام اور سربراہ رخصت ہوگیا جس نے اس جماعت کو بنیانِ مرصوص بنا دیا۔ لیکن اس جماعت سے باہر بھی ہزاروں ایسے افراد موجود ہیں جو اختلاف عقائد کے باوجود آپ کی وفات کو دنیائے اسلام کا ایک عظیم سانحہ سمجھ کر بے اختیار اشکبار ہیں۔ آپ نے دنیا کے بیشمار ممالک میں چارسو کے قریب مساجد تعمیر کرائیں۔ تبلیغ اسلام کیلئے تقریباً یکصد مشن قائم کئے جو عیسائیت کی بڑھتی ہوئی رَو کے سامنے ایک آہنی دیوار بن گئے۔ مختصر یہ کہ حضرت صاحب نے اپنی زندگی کا ایک ایک سانس اپنے مولیٰ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ خدا ان سے راضی ہوا وہ خدا سے راضی ہوئے۔ اگر میں ایک شیعہ ہوتے ہوئے انہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتا ہوں تو یہ ایک حقیقت کا اظہار ہے محض اخلاقی رسم نہیں۔‘‘

حکیم یوسف حسن ایڈیٹر ’’نیرنگ خیال‘‘ کا بیان

❁ مکرم نازش رضوی کے ساتھ مکرم حکیم یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال لاہور بھی شرفِ ملاقات سے مشرف ہوئے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’اس کے بعد ہم رخصت ہوئے۔ نازش رضوی اور میں میرزا صاحب کے حافظہ اور اخلاق کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ مرزا صاحب یقیناً بڑے علم دوست، علم نواز اور صلح کل کی طبیعت کے مالک تھے۔ ہر شخص کی قابلیت اور خدمت کے مطابق اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور سرپرستی فرماتے تھے۔‘‘

چوہدری محمد اکبر خان بھٹی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کا خراجِ تحسین

❁ ایک اور غیر احمدی دوست چوہدری محمد اکبر خان بھٹی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور تحریر کرتے ہیں:

’’جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ذات مرجع خلائق تھی۔ وہ جب بھی لاہور آتے ان کی تقریر سننے والوں میں غیر احمدی، ہندو، مسلم سامعین کی تعداد احمدی حضرات کے مقابلہ میں کم نہ ہوتی تھی۔ خاص طور پر ان کا دلکش انداز تقریر دلوں کو مسخر کئے بغیر نہ رہتا تھا۔ مجھے بالخصوص ان کی ایسی تقریروں کا سماں یاد ہے جو احمدیہ ہوسٹل ڈیوس روڈ کے وسیع صحن میں شامیانے تلے ہوتی تھیں۔ وجیہہ مقرر مسلمان شرفاء کے مقبول لباس میں سفید پگڑی، لمبا کوٹ اور شلوار میں ملبوس جب لب کشائی کرتا تو ایک عجیب شان بے نیازی سے کھڑا ہو جاتا۔ بایاں ہاتھ کمر کے پیچھے رکھ لیتا اور سوائے کبھی کبھی پگڑی کے شملے کو چھو لینے کے اس سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں نہ آتی جو عام طور پر بولنے والوں سے اپنی بات پر زور دینے کے سرزد ہوتی رہی۔ وہ آواز کے نمایاں اتار چڑھاؤ کے بغیر روانی سے بولتا جاتا۔ اہم مسائل پر یوں گفتگو کرتا جیسے وہ انہیں زندگی کے عام مسائل (PROBLEMS) سمجھتا ہو۔ ایک مسئلے کو اٹھا کر دوسرے مسئلے میں پیوست نہ کرتا۔ بلکہ ایک بات پر سیر حاصل تبصرہ کرنے کے بعد پھر دوسری بات کرتا نہ آنکھیں مٹکاتا، نہ کولہے ہلاتا، نہ ہاتھ اور بازوؤں سے بے پناہ فلک شگاف اشارے کرتا بس یہ کیفیت ہوتی جیسے کوئی اسے پیغام دے رہا ہو، اور وہ یہی پیغام سامعین تک بے کم وکاست پہنچا رہا ہو۔ وہ مخالفین پر رکیک حملے نہ کرتا، نہ شعر خوانی کرتا، نہ چھیڑ خانی کرتا، تین تین چار چار گھنٹے اس ربط اور ضبط سے بولتا جیسے کوئی کتاب پڑھ کر سنا رہا ہو۔ فقرے مکمل، دلائل معقول، احساس ذمہ داری حد کو پہنچا ہوا، تجاویز تعمیری، نکتہ چینی جائز، ہر تقریر میں ایک پیغام ہوتا اور ہر پیغام پر عمل پیرا ہونے کے لیے واضح ہدایات سن کر مزا ہی آجاتا۔ بے اختیار دل میں یہ کیفیت پیدا ہوتی الحمدللہ ایک معقول اور فاضل آدمی کی باتیں سننے کا موقع ملا۔ مجھے اس کے مخالف مقررین کی مقررانہ حرکات سکنات کبھی بھی اتنی زیادہ مضحکہ خیز معلوم نہ ہوئیں جتنی کہ اس کی تقریر کو سننے کے فوراً بعد۔ ایک دفعہ میں دلّی دروازہ کے باہر ایک مسجد میں جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریر سننے گیا۔ نماز تو ان کے پیچھے نہ پڑھی کیونکہ سنا تھا کہ وہ عامۃ المسلمین کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے۔ مگر نماز کے بعد ان کی تقریر نہایت غور سے سنی۔ عالمی مسائل سے لے کر ملکی مسائل تک ایسے انداز میں زیر بحث آئے کہ باید شاید۔ اصل میں ان کی شخصیت ایسی جاذب تھی کہ آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے مخصوص حلقہ کے علاوہ بھی ان کی تجاویز عام مسلمانوں کے لیے مفید ہوسکتی تھیں۔ اور اگر ان کو محض تعصب کی بناء پر قیادت کا وسیع میدان نہیں ملا تو اس سے ملّت اسلامیہ اور ملک دونوں کو نقصان ہی ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں اس امر کا تذکرہ خاص طور پر ایک تلخی اپنے اندر رکھتا ہے کہ کشمیر کمیٹی کی قیادت ان سے چھین لی گئی اس کے بعد مسئلہ کشمیر کا جو حشر ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔

اس ضمن میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی شاید بے محل نہ ہوگا۔ ہفتہ وار ’’پارس‘‘ کے ایڈیٹر لالہ کرم چند ایک دفعہ اخبار نویسوں کے وفد کے ساتھ قادیان کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے وہاں سے واپس آئے تو یکے بعد دیگرے کئی مضامین میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی قیادت، فراست اور شخصیت کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا کہ مخالفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مجھے خود کہنے لگے ہم تو ظفر اللہ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے۔ (سر ظفر اللہ ان دنوں وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے) مگر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت طفل مکتب کی ہے۔ وہ ہر معاملے میں ان سے بہتر رائے رکھتا ہے اور بہترین دلائل پیش کرتا ہے۔ اس میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے۔ ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بام عروج تک لے جاسکتا ہے۔ لالہ کرم چند پارس کے یہ مضامین پارس میں شائع ہوئے تو ایک آریہ سماجی شاعر نے جل کر اپنے اخبار میں لکھا:۔

تیرے گیت گائے ہوئے آ رہے ہیں
عجیب شے ہے مرزا تیری مہمانی
ظفر اللہ ہے قادیانی جنم کا
کرم چند دو روز کا قادیانی

لالہ کرم چند نے سن کر کہا:۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

تقسیم ملک کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے لاء کالج لاہور کے مینارڈ ہال میں ملکی ترقی کے امکانات پر چند تقریریں کی تھیں۔ ان تقریروں میں انہوں نے ایک فاضل یونیورسٹی لیکچرار کی طرح نقشہ جات، بلیک بورڈ اور گراف کی امداد سے بعض نکات کی وضاحت کی تھی۔ مجھے ایک نکتہ یاد ہے اور وہ یہ کہ افسوس ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ان جزائر کی طرف توجہ نہ دی گئی جو ساحل ہند کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ لکا دیپ اور سرندیپ بالا دیپ وغیرہ ان ساحلی جزیروں کی آبادی اکثر و بیشتر مسلمانوں پر منحصر ہے اور ان کی اہمیت دفاعی نقطہ نگاہ سے بہت زیادہ ہے۔ ارشادات سن کر سامعین میں عام تأثر یہ پایا جاتا تھا کہ کاش تقسیم کی کارروائی کے وقت خلیفہ صاحب کا اشتراک عمل حاصل کرلیا جاتا۔

بے جا تعصب اور خود فریبی نے قومی سطح پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ حقیقت مجھ پر طالبعلمی کے زمانہ میں ہی منکشف ہوگئی تھی کہ آدمی کو دشمنوں کے پروپیگنڈے سے اندھا دھند متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے متعلق جن باتوں کو ان کے کارنامے سمجھنے پر علیٰ وجہ البصیرت مجبور ہوں وہ مختصراً یہ ہیں۔

اول ہائی کورٹ میں مخالف احمدیت کے تحقیقات کے سلسلے میں ان کا کردار اور فاضل جج کے سوالات کے جواب میں ان کی توضیحات، لوگ حیران تھے کہ وہ ایسے ماحول کی مشکلات سے کیسے عہدہ برآ ہوں گے مگر انہوں نے دیگر مسائل کے علاوہ وحی کی حقیقت جیسے مافوق الفطرت مسائل پر ایسی توضیحات پیش کیں کہ سننے والے انگشت بدنداں رہ گئے۔

ایک جج نے نجی صحبت میں اعتراف کیا کہ انہیں اپنی ساری فضیلت کے باوجود ان مافوق الفطرت مسائل کے متعلق رتی بھر واقفیت نہیں تھی۔ مرزا محمود احمد کی توضیحات کو سن کر ان کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور پہلی بار بعض اسلامی نظریات کا صحیح صحیح علم ہوا۔

ان کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ وہ انگلستان کے سفر پر اپنی بیگمات کو ساتھ لے کر گئے اور جب تعدد ازدواج کے اسلامی نظریہ کے مخالف عیسائیوں نے بیویوں کے ساتھ انصاف کے امکانات کا مسئلہ اٹھایا تو اس شیر نے مردانہ وار جواب دیا کہ اخبار نویس خواتین فرداً فرداً میری بیگمات سے ہی پوچھ کر دیکھ لیں۔

میں نے اپنی شعوری زندگی میں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور قائدین فکر کو بنیادی اسلامی نظریات کے متعلق معذرت کے انداز میں باتیں کرتے دیکھا ہے مگر خدا کی قدرت دیکھیے کہ مہذب اور متمدن دنیا کے مرکز لندن میں بیٹھ کر اپنے قول وفعل سے اسلامی نظریات کی مردانہ وار حمایت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی کے حصے میں آئی۔

ان کا تیسرا کارنامہ جسے ان کا آخری پیغام سمجھا جانا چاہیے یہ ہے کہ انہوں نے اہل مذہب کو عام اس سے کہ وہ عیسائی ہوں، یہودی ہوں، ہندو ہوں یا سکھ اس خطرے سے آگاہ کیا جو خدا پرستوں کو خدا کے نام سے بیزار تحریک کے ہاتھوں درپیش ہے۔ انہوں نے پکار کر کہا اے خدا پرستو! اے خدا کو ماننے والو! خدائی مذہب کے سر پر جو مہیب خطرہ منڈلا رہا ہے وہ ایک ایسی تحریک کا بنیادی اصول ہے جو اپنے خطرناک ہتھیاروں سے مسلح ہو کر خدا پر ایمان کی بنیاد ہی کو ڈھا دینے پر آمادہ ہے۔ اس تحریک نے تمہارے اندر اس حد تک نفوذ کر رکھا ہے کہ اب مسلمانوں کے بیٹے بیٹیاں مسلمان گھروں میں اور مسلمان کے دانشور مسلمانوں کی مجلسوں میں خدا ہی کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور جب خدا ہی کے وجود کا انکار ہو گیا تو نبوت شریعت کے نقوش کس طرح دلوں میں قائم رہ سکتے ہیں۔ آؤ سب اہل مذہب لامذہبیت کے اس طوفان کا مقابلہ مل کر کریں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر خدا پر یقین رکھنے والے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی اس آواز پر ان کی زندگی میں کان دھرتے تو خدا جانے اس شخص کی قائدانہ صلاحیت اور قوتِ تنظیم اس خطرے کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کیسی کیسی مؤثر تجاویز کو جامۂ عمل پہناتی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

المختصر ان کی زندگی، ان کی وضع قطع، ان کے لباس، ان کی تحریر وتقریر میں بے شمار خصوصیات ایسی تھیں جن پر اسلامی تحریک اور اسلامی معاشرہ بجا طور پر فخر کرسکتا ہے۔‘‘

☆...☆...☆

عہد خلافت ثانیہ کی عظیم الشان ترقیات پر ایک نظر

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 23)

جماعت احمدیہ کے مرکزی نظم و نسق اور عالمی وسعت اور بین الاقوامی نظام تبلیغ پر ایک طائرانہ نظر

حضرت مصلح موعودؓ خدا کی قدرتوں کا مجسم اور چلتا پھرتا نشان اور ایک عہد آفریں اور تاریخ ساز شخصیت تھے جو مطلع عالم پر صدیوں بلکہ ہزاروں سال کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ آپ نے 14 مارچ 1914ء کو جب مسند خلافت پر قدم رکھا تو خلافت احمدیہ کے خلاف باغیانہ تحریک پورے زور سے اٹھ کھڑی ہوئی جس نے سلسلہ احمدیہ کا پورا نظام تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور اس خدا کی پاک جماعت کی تباہی اور بربادی کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔

خلافت ثانیہ کے آغاز میں صدر انجمن احمدیہ کے مقتدر ممبروں نے اپنی ایک متوازی انجمن بنا لی تھی۔ مرکزی خزانہ خالی ہو چکا تھا اور بیرون ہند کوئی باقاعدہ جماعتی مشن موجود نہیں تھا (اگرچہ حضرت فتح محمد سیال صاحب بطور پہلے مبلغ جولائی 1913ء میں لندن پہنچ چکے تھے) ان حالات میں آپ نے 12/اپریل 1914ء کی پہلی شوریٰ میں قبل از وقت پیشگوئی فرما دی کہ

"مَیں تمام زبانوں اور تمام قوموں میں تبلیغ کا ارادہ رکھتا ہوں اس لئے کہ یہ میرا کام ہے کہ تبلیغ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بڑا ارادہ ہے اور بہت کچھ چاہتا ہے مگر اس کے ساتھ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہی کے حضور سے سب کچھ آوے گا... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود سے خود وعدہ کیا ہے کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کو ہم وحی کریں گے"

چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا جس کا اندازہ کرنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی رحلت کے وقت دنیائے احمدیت کے نقشہ پر صرف ایک طائرانہ نظر ڈالنا کافی ہوگا۔ اس نقشہ سے جماعت کے مضبوط و مستحکم نظم و نسق، اس کی عالمی وسعت اور اس کے عالمگیر تبلیغی نظام کی ایک جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان (شعبہ جات)

1۔ امیر جماعت قادیان و ناظر اعلیٰ۔ 2۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ و ناظر تعلیم۔ 3۔ ناظر بیت المال۔ 4۔ ایڈیشنل ناظر امور عامہ۔ 5۔ ایڈیٹر بدر۔ 6۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان۔ 7۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام مڈل سکول قادیان۔ 8۔ صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان۔

مبلغین کرام بھارت

1۔ مبلغ مقیم سرینگر۔ 2۔ مبلغ مظفر پور (بہار)۔ 3۔ مبلغ مقیم شیموگہ۔ 4۔ انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی۔ 5۔ انچارج احمدیہ مشن حیدرآباد۔ 6۔ مبلغ دہلی۔ 7۔ انچارج مبلغ کیرالہ۔ 8۔ انچارج کلکتہ مشن۔ 9۔ مبلغ کالی کٹ۔ 10۔ مبلغ ضلع کیرنگ۔ 11۔ مبلغ کوٹار۔ 12۔ مبلغ سونگڑہ۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان (نظارتیں)

صدر۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان

1۔ نظارت علیا۔ 2۔ نظارت تعلیم۔ 3۔ نظارت دیوان۔ 4۔ نظارت صنعت و تجارت۔ 5۔ نظارت بیت المال (الف) نظارت بیت المال آمد۔ (ب) نظارت بیت المال خرچ۔ 6۔ نظارت امور خارجہ۔ 7۔ نظارت اصلاح وارشاد۔ 8۔ نظارت زراعت۔ 9۔ نظارت امور عامہ۔ 10۔ نظارت بہشتی مقبرہ۔ 11۔ نظارت ضیافت۔ 12۔ نظارت تعمیرات۔ 13۔ نظارت جائیداد و املاک۔ 14۔ نظارت وظائف وصدقات۔ 15۔ نظارت تالیف و تصنیف۔ 16۔ نظارت صحت۔ 17۔ نظارت افتاء۔ 18۔ نظارت خدمت درویشاں۔ 19۔ ناظر شبان۔ 20۔ ممبران صدر انجمن احمدیہ

دیگر شعبہ جات

1۔ پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح۔ 2۔ افسر جلسہ سالانہ۔ 3۔ اصلاح وارشاد مقامی۔ 4۔ دارالقضاء۔ 5۔ انچارج صیغہ زودنویسی۔ 6۔ انچارج خلافت لائبریری۔ 7۔ محاسبہ کمیٹی۔ 8۔ فضل عمر ہسپتال۔ 9۔ چیف میڈیکل آفیسر۔ 10۔ امانت و خزانہ۔ 11۔ محاسب۔ 12۔ انچارج شعبہ رشتہ ناطہ۔ 13۔ پراویڈنٹ فنڈ۔ 14۔ مشیر قانونی۔ 15۔ آڈیٹر۔ 16۔ شعبہ تاریخ احمدیت۔

تحریک جدید انجمن احمدیہ

1۔ وکالت علیاء۔ 2۔ وکالت دیوان۔ 3۔ وکالت تبشیر۔ 4۔ وکالت مال اول۔ 5۔ وکالت مال ثانی۔ 6۔ وکالت جائیداد۔ 7۔ وکالت تعلیم۔ 8۔ وکالت طباعت۔ 9۔ وکالت اشاعت۔ 10۔ وکالت صنعت و حرفت۔ 11۔ وکالت تجارت۔ 12۔ وکالت قانون۔ 13۔ دفتر کمیٹی آبادی۔ 14۔ امانت تحریک جدید۔

وقف جدید انجمن احمدیہ

ناظم وقف جدید

ذیلی تنظیمیں

1۔ صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ 2۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ 3۔ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

تعلیمی اداروں کے سربراہ

1۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ۔ 2۔ پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ 3۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ۔ 4۔ پرنسپل جامعہ نصرت گرلز کالج ربوہ۔ 5۔ ہیڈ مسٹرس نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ۔ 6۔ پرنسپل انٹرمیڈیٹ کالج گھٹیالیاں۔ 7۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول گھٹیالیاں۔ 8۔ ہیڈ مسٹرس احمدیہ گرلز ہائی سکول سیالکوٹ شہر

مرکزی اخبار و رسائل

1۔ ریویو آف ریلیجنز 2۔ روزنامہ الفضل ربوہ۔ 3۔ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ۔ 4۔ ماہنامہ خالد ربوہ۔ 5۔ ماہنامہ الفرقان ربوہ۔ 6۔ ماہنامہ مصباح ربوہ۔ 7۔ ماہنامہ تشحیذ الاذہان۔ ربوہ۔ 8۔ ماہنامہ تحریک جدید ربوہ۔

نظام امارت اضلاع پاکستان

صوبہ پنجاب: امیر ضلع سرگودھا و امیر صوبائی صوبہ پنجاب و بہاولپور۔ امیر ضلع راولپنڈی۔ امیر ضلع جہلم۔ امیر ضلع گجرات۔ امیر ضلع لاہور۔ امیر ضلع گوجرانوالہ۔ امیر ضلع سیالکوٹ۔ امیر ضلع شیخوپورہ۔ امیر ضلع جھنگ۔ امیر ضلع ملتان۔ امیر ضلع لائلپور۔ امیر ضلع ساہیوال۔ امیر ضلع بہاولپور۔ امیر ضلع بہاولنگر۔ امیر ضلع رحیم یار خان۔ امیر ضلع مظفر گڑھ۔ امیر ضلع ڈیرہ غازی خان۔

صوبہ سندھ: امیر ضلع تھرپارکر و حیدرآباد ڈویژن۔ امیر ضلع حیدرآباد۔ امیر ضلع خیرپور ڈویژن۔ امیر ضلع نوابشاہ۔

صوبہ سرحد: امیر ضلع پشاور۔ امیر ضلع مردان۔ امیر ضلع کیمبل پور

صوبہ بلوچستان: امیر ضلع کوئٹہ و قلّات ڈویژن۔

کراچی: امیر ضلع کراچی۔

مشرقی پاکستان: امیر مشرقی پاکستان۔

تقرر مربیان و معلّمین کرام

1965ء تک درج ذیل اضلاع اور مقامات میں باقاعدہ مربیان و معلمین کام کر رہے تھے۔

نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ:

لاہور، راولپنڈی، ملتان، کراچی، پشاور، بہاولنگر، جہلم، کیمبل پور، ڈیرہ اسماعیل خاں، رحیم یار خان، خان پور، جہلم (چکوال)، نواب شاہ، ساہیوال، اوکاڑہ، گجرات، تھرپارکر (کنری)، سکھر (شکارپور)، ڈیرہ غازی خاں، گجرات (چک 20)، ڈھاکہ، چٹاگانگ، دیناج پور، کومیلہ (شمس پور)، کشتیا (اتھامی)، کوٹلی آزاد کشمیر، حیدرآباد، بہاولپور۔

صیغہ اصلاح وارشاد مقامی

لائلپور (فیصل آباد)، جھنگ، سیالکوٹ، سرگودھا، سمندری، شیخوپورہ، گوجرہ، گوجرانوالہ، ڈسکہ، چک منگلا۔

عملہ معلّمین اصلاح وارشاد مقامی

پاکستان کے درج ذیل مقامات میں معلّمین سلسلہ کام کر رہے تھے۔ گوجرانوالہ و چنڈ، گھوگھیاٹ، کوٹ سلطان، چونڈہ، ڈاہرانوالی، سانگلہ ہل، روڑہ، کتھووالی، جھنگ، بیداد پور، بدوملہی، پکّا نسوانہ، بھڑتانوالہ، پھاہے والی، آنبہ، چک ۳۳ جنوبی (سرگودھا)

بیرونی ممالک کے مشن اور ان کے انچارج

1۔ انگلستان مشن — بشیر احمد رفیق صاحب
2۔ ماریشس — مولوی فضل الٰہی بشیر صاحب
3۔ نائیجیریا مشن — شیخ نصیر الدین احمد صاحب
4۔ امریکہ مشن — چوہدری عبدالرحمن صاحب بنگالی
5۔ غانا مشن — مولوی عطاء اللہ کلیم صاحب
6۔ شام مشن — السید منیر الحصنی صاحب
7۔ انڈونیشیا مشن — سید شاہ محمد صاحب
8۔ فلسطین مشن — مولوی جلال الدین قمر صاحب
9۔ ٹانگانیکا مشن — مولوی محمد منور صاحب
10۔ ملایا مشن — مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری
11۔ بورنیو مشن — مولوی بشارت احمد نسیم صاحب
12۔ سیرالیون مشن — مولوی بشارت احمد بشیر صاحب
13۔ سنگاپور مشن — مولوی محمد زہدی صاحب
14۔ عدن مشن — عبداللہ الشبوطی صاحب
15۔ سپین مشن — مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب
16۔ ہالینڈ مشن — حافظ قدرت اللہ صاحب
17۔ سوئٹزرلینڈ مشن — چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ
18۔ فرینکفرٹ مشن (جرمنی) — چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ
19۔ ہمبرگ مشن (جرمنی) — مولوی فضل الٰہی انوری صاحب
20۔ نورمبرگ مشن (جرمنی) — مسٹر عمر ھافر صاحب
21۔ ٹرینیڈاڈ مشن — بشیر احمد آرچرڈ صاحب
22۔ لائبیریا مشن — مولوی مبارک احمد ساقی صاحب
23۔ سکینڈے نیویا مشن — سید کمال یوسف صاحب
24۔ ملائشیا مشن — مولوی بشارت احمد نسیم صاحب امروہی
25۔ ٹوگولینڈ مشن — مرزا لطف الرحمن صاحب
26۔ کینیا مشن — الحاج مولوی نورالحق انور صاحب
27۔ آئیوری کوسٹ مشن — مولوی محمد افضل صاحب قریشی
28۔ گیمبیا مشن — مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی

بیرونی ممالک میں احمدیہ مساجد

نام ملک	تعداد	نام ملک	تعداد
انگلستان	1	مغربی جرمنی	2
ہالینڈ	1	سوئٹزرلینڈ	1
یونائیٹڈ سٹیٹ امریکہ	3	انڈونیشیا	60
ملایا	2	سیلون	2
برما	2	بورنیو	3
ماریشس	6	مشرقی افریقہ	20
سیرالیون	40	نائیجیریا	40
غانا	161	کُل تعداد	344

باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 12 مارچ 2016ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا:۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت مَیں ایک نکاح کا اعلان کروں گا جو عزیزہ شیزہ احمد بنت مکرم سرفراز احمد صاحب کا ہے۔ یہ عزیزم خالد احمد شاہ ابن مکرم مبارک شاہ صاحب کے ساتھ ساڑھے گیارہ ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فریقین کے مابین ایجاب و قبول کروایا اور اس دوران حضور انور نے دلہے سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام صرف خالد شاہ ہے یا خالد احمد ہے؟

دلہے کے عرض کرنے پر کہ خالد احمد شاہ ہے۔ حضور انور نے دلہے کے پورے نام "خالد احمد شاہ" کے ساتھ ایجاب وقبول کروایا۔ اور پھر فرمایا:۔

دعا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے یہ رشتہ بابرکت فرمائے۔

(مرتبہ:۔ ظہیر احمد خان مربی سلسلہ۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کا ہم احمدیوں پر بڑا فضل ہے کہ ہمارے اکثر چھوٹے بڑے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اگر بیتاب ہو کر، گڑ گڑا کر عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا جائے اور اس سے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور بعض دفعہ دعا کی قبولیت کے ایسے واقعات ہوتے ہیں جو غیروں کو بھی حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے احمدیوں کے قبولیت دعا کے متفرق نہایت ایمان افروز واقعات کا تذکرہ

پاکستان کے مُلّاں کے دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بالکل خالی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نام پر اس کے حکموں کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے قوم میں بھی بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قوم پر بھی رحم کرے اور ان ظالموں سے قوم کو بھی جلد چھڑائے۔

مکرم چوہدری نعمت اللہ ساہی صاحب (سابق ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ پاکستان) اور
مکرم ظفر اللہ خان بُٹّر صاحب (آف کرتو۔ شیخوپورہ، پاکستان) کی وفات۔ مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 26؍جنوری 2018ء بمطابق 26؍صلح 1397 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر دعا کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ایک بچہ جب بھوک سے بیتاب ہو کر دودھ کے لئے چلّاتا اور چیختا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مار کر آ جاتا ہے۔ بچہ دعا کا نام بھی نہیں جانتا لیکن اُس کی چیخیں دودھ کو کیونکر کھینچ لاتی ہیں؟''۔ فرمایا کہ ''بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ مائیں دودھ کو محسوس بھی نہیں کرتیں مگر بچہ کی چلّاہٹ ہے کہ دودھ کو کھینچے لاتی ہے''۔ آپ فرماتے ہیں ''تو کیا ہماری چیخیں جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں تو وہ کچھ بھی نہیں کھینچ کر لا سکتیں؟ آتا ہے اور سب کچھ آتا ہے۔ مگر آنکھوں کے اندھے جو فاضل اور فلاسفر بنے بیٹھے ہیں وہ دیکھ نہیں سکتے''۔ آپ نے فرمایا کہ ''بچے کو جو مناسبت ماں سے ہے اس تعلق اور رشتے کو انسان اپنے ذہن میں رکھ کر اگر دعا کی فلاسفی پر غور کرے تو وہ بہت آسان اور سہل معلوم ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 129۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ کا ہم احمدیوں پر بڑا فضل ہے کہ ہمارے اکثر چھوٹے بڑے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اگر بیتاب ہو کر، گڑ گڑا کر عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا جائے اور اس سے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور بعض دفعہ دعا کی قبولیت کے ایسے واقعات ہوتے ہیں جو غیروں کو بھی حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسی ناامیدی کی کیفیت ہو جاتی ہے اور کس طرح ہر طرف سے ناامید ہو جاتے ہیں اس وقت جب ہم اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی کا باعث بنا۔ مَیں اس وقت بعض ایسے واقعات پیش کروں گا جو مختلف رپورٹس میں آتے ہیں۔

ناظر دعوت الی اللہ قادیان لکھتے ہیں کہ ضلع ہوشیار پور کے امیر نے بتایا کہ چند سال قبل ان کے گاؤں کھیڑا اچھروال میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں والے بہت پریشان تھے حتی کہ کنوئیں کا پانی بھی نچلی حد تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں کی ہندو اکثریت نے وہاں کے معلم کو دعا کرنے کو کہا۔ مشرقی پنجاب میں معلم کو، مولوی کو 'میاں جی' کہتے ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ احمدی معلم کو دعا کے لئے کہیں گے تو ضرور بارش ہو گی۔ بہر حال ہمارے معلم نے پہلے تو ان کو اسلامی دعا کے آداب بتائے اور اللہ تعالیٰ کی صفات بتائیں۔ پھر دعا کروائی۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے اس معلّم کی دعا کو قبول فرمایا اور اپنے فضل سے دو تین گھنٹے کے اندر موسلا دھار بارش برسا دی اور اپنے سمیع الدعا ہونے کا ثبوت دیا۔ اس واقعہ کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورے گاؤں میں اچھا اثر ہوا اور گاؤں والوں نے برملا کہا کہ احمدیوں کی دعا کی وجہ سے بارش ہوئی۔

پھر اسی طرح جزائر فجی کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ طوالو فجی کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اس کے دورے پر جانے سے قبل طوالو کے مبلغ نے بتایا کہ یہاں ایک عرصے سے بارش نہیں ہوئی اور پانی کا انحصار بارش پر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ دورہ پر جانے سے پہلے انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے خط لکھا کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ کہتے ہیں جب ہم شام کو طوالو پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے بہت زیادہ پریشانی کا ذکر کیا کہ اب پانی بالکل خشک ہو رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اسی دن رات کو نماز عشاء پر اعلان کیا کہ ہم نماز کا جو آخری سجدہ پڑھیں گے اس میں بارش کے لئے بھی دعا کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور رات کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہوئی اور اس کے بعد تین چار دفعہ بارش ہوئی جبکہ محکمہ موسمیات کے مطابق ایک لمبے عرصے کے لئے خشک موسم کی پیشگوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم جہاں بھی گئے لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ کے آنے پر یہاں بارش ہوئی ہے۔ چنانچہ کیتھولک چرچ کے بشپ اور فونا فوتی قبیلے کے ایک بڑے چیف نے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور جماعت اور آپ کے خلیفہ وقت کی دعائیں ہیں جو اس طرح غیر معمولی طور پر یہاں بارش ہوئی اور یہ بارش نہ صرف احمدیوں کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بنی بلکہ غیر از جماعت کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان بنی۔

بعض جگہ بارش کا ہونا خدا تعالیٰ کی تائید اور قبولیت کا نشان بن جاتا ہے تو بعض جگہ بارش کا رکنا دعا کی قبولیت کا نشان بن جاتا ہے۔ اور غیر، چاہے اسلام کو قبول کریں یا نہ کریں لیکن اس بات کا ضرور اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام کا خدا دعاؤں کو سننے والا خدا ہے۔

گنی بساؤ افریقہ کا ایک ملک ہے۔ وہاں کے معلّم عبداللہ صاحب ہیں۔ کہتے ہیں ہم ایک گاؤں سین چانگ کامُسَا (Sinchang Kamsa) میں تبلیغ کے لئے گئے اور لوگوں کو جمع کر کے انہیں جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچا۔ جب انہیں تبلیغ کی جا رہی تھی تو اسی دوران سخت بارش شروع ہو گئی اور بارش کے شور کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ میری آواز حاضرین تک نہیں پہنچ رہی تھی اور یوں لگ رہا تھا کہ ابھی لوگ اٹھ کے چلے جائیں گے۔ لوگ پریشان ہو رہے تھے اور جانے والے تھے۔ تو کہتے ہیں اس وقت مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ! بارش بھی تیری ہے اور جو پیغام میں لے کر آیا ہوں وہ بھی تیرا ہے لیکن بارش کی وجہ سے یہ لوگ تیرا یہ پیغام سن نہیں رہے۔ اور اٹھنے والے ہیں۔ کہتے ہیں ابھی دعا کرنے کی دیر ہی تھی کہ

اللہ تعالیٰ نے بارش کو تھما دیا اور پھر وہاں موجود تقریباً ایک سو پچاس لوگوں کو تبلیغ کی گئی اور کہتے ہیں الحمد للہ تبلیغ کے بعد تمام افراد نے بیعت کرنے کی توفیق حاصل کی۔

دعا کے بعد بارش کے رکنے نے جہاں ہمارے معلّم کے ایمان کو مضبوط کیا وہاں ان لوگوں کو بھی دعاؤں کے سننے والے خدا کو دکھایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کس طرح نظر آتا ہے؟ خدا اسی طرح اپنی قدرتوں کو دکھا کر نظر آتا ہے۔ وہی لوگ جو بارش کی وجہ سے وہاں سے اٹھ کر جانے والے تھے اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو دیکھ کر نہ صرف بیٹھے رہے بلکہ احمدیت اور حقیقی اسلام کو قبول کیا۔

اسی طرح باندوندو کے مبلغ حافظ مزمّل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں لوکل معلّم اور دو خدّام کے ساتھ ایک گاؤں کے دورے پر روانہ ہوا۔ راستے میں شدید بارش شروع ہو گئی۔ آگے جانا ناممکن دکھائی دیتا تھا کیونکہ راستہ کچا اور شدید پھسلن تھی۔ چنانچہ یہ کہتے ہیں ہم لوگ ایک جگہ پر رک گئے اور وہاں دعا کی کہ یا اللہ تیرے مسیح کا پیغام پہنچانے جا رہے ہیں۔ وہاں پہلے اطلاع کی ہوئی تھی۔ لوگ وہاں جمع تھے۔ تُو فضل فرما تا راستے کی ہر روک دُور ہو جائے۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فوراً ہماری دعا سن لی اور بارش اچانک رک گئی۔ کیونکہ بظاہر لگتا تھا کہ بارش شام تک چلے گی اس لئے ہم بڑے پریشان تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور پروگرام کے مطابق صحیح وقت پر گاؤں پہنچے اور تبلیغی اور تربیتی پروگراموں کو انعقاد کیا۔

پھر بارش کے دعا کے ذریعہ رُکنے کے ضمن میں وہاب طیب صاحب سوئٹزرلینڈ کے مبلغ ہیں وہ کہتے ہیں کہ جماعت نے زخوِل (Zuchwil) کے علاقے میں مسجد کی تعمیر کے لئے جگہ خریدی۔ وہاں امن کی علامت کے لئے ایک پودا لگانے کے حوالے سے پروگرام رکھا گیا جس میں دوسرے مہمانوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ جس دن پودا لگانے کا پروگرام تھا اس دن پیشگوئی کے مطابق شدید بارش ہونی تھی۔ چونکہ پروگرام کی ساری کارروائی آؤٹ ڈور (out door) تھی اس لئے ان کو بڑی پریشانی تھی۔ اس حوالے سے انہوں نے مجھے بھی لکھا اور ان کے کافی خط آتے رہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ پروگرام والے دن جب وہاں گئے تو پہلے سخت بارش شروع ہو گئی اور بظاہر بارش کے رکنے کے کوئی آثار بھی نہیں تھے۔ مگر پھر دعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ابھی پروگرام شروع ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا کہ بارش بالکل رک گئی اور سورج نکل آیا۔ کہتے ہیں کہ پروگرام کے وقت مقامی کونسل کے صدر بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے تو بڑی حیرانی کے ساتھ یہی کہا کہ کیا آپ لوگوں نے اپنے پروگرام کے لئے موسم بھی آرڈر کروایا ہوا ہے؟ اس پر انہیں بتایا گیا کہ ہم دعا بھی کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے خلیفہ کو بھی دعا کے لئے لکھا اور ہمیں پوری امید تھی کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا اور اس طرح یہ پروگرام کامیاب رہا جس کی خبر وہاں کے لوکل اخباروں نے بھی دی اور اس کے ذریعہ سے کافی لوگوں کو جماعت کا تعارف پہنچا۔ بیشک ہم موسم کو آرڈر تو نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں لیکن اس خدا کے حضور ضرور جھکتے ہیں جس کے حکم کے تابع موسم ہے اور پھر وہی اپنی قدرت کے نظارے دکھاتا ہے۔

اب موسموں سے ہٹ کر قبولیت دعا کے بعض اَور واقعات ہیں وہ پیش کرتا ہوں۔ ہمارا خدا صرف موسموں کا خدا نہیں ہے بلکہ قادر مطلق اور ہر قسم کی دعائیں سننے والا خدا ہے۔ اس کی بیشمار صفات ہیں اور اپنی صفات کے وہ جلوے دکھاتا ہے۔

بینن سے معلم سلسلہ متین صاحب کہتے ہیں کہ چند دن ہوئے ایک نومبایع دوست آئے کہ مربی صاحب ہمارے گھر آئیں۔ اس نے کہا کہ میری بیوی کی حالت بہت خراب ہے۔ تو کہتے ہیں اس بات پر میں اپنی بیوی کو لے کر ان کے گھر چلا گیا کیونکہ ان کی بیوی کا زچگی کا معاملہ تھا اس لئے عورت کی ضرورت تھی اور وقت بالکل قریب تھا اور اس کو بڑا تیز بخار تھا اور تیز بخار کی وجہ سے رِحم کے سکڑنے کی وجہ سے بچے کی پیدائش نہیں ہو رہی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ گزشتہ دو دفعہ بھی اسی طرح ہی ہو چکا ہے جس میں یا تو بچہ بچ سکتا تھا یا والدہ۔ لہٰذا دونوں دفعہ انہوں نے والدہ کو بچانے کی کوشش کی اور اولاد کی قربانی دینی پڑی اور اب یہ تیسری بار ایسا ہو رہا ہے۔ معلّم سلسلہ نے کہا کہ ایسی حالت میں ہم دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے ہیں اور اپنے امام کو بھی دعا کے لئے لکھتے ہیں لیکن اب تو یہاں اتنا وقت نہیں ہے۔ دعا کا جو ظاہری طریقہ ہے وہ تو کریں گے ہی اور لکھنے کا وقت نہیں۔ چلو ہم خود ہی دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں کا واسطہ دے کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر دعا شروع کی اور دعا ختم کرنے پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر پانی پر پھونکا اور اس عورت کو پلایا۔ کہتے ہیں اس طرح مَیں نے دو تین دفعہ کیا اور پانی پھونک کر عورت کو پلانے کے لئے بھجوایا۔ تیسری دفعہ خاوند خوشی سے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بیوی بھی بچالی اور بیٹا بھی دے دیا اور اس نومبایع کا ایمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا تعالیٰ کی ذات پر اَور بھی بڑھا اور دعا پر ایمان مزید مضبوط ہوا اور تب سے یہ خود بھی باقاعدہ توجہ سے، انکسار سے، عاجزی سے، تڑپ سے دعائیں کرنے لگ گیا۔

اسی طرح ایک بیمار کا ذکر کرتے ہوئے کینیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں کی ایک جماعت کے صدر صاحب بہت بیمار تھے۔ ان کی خیریت دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے دو ہسپتالوں سے جواب دے دیا گیا ہے اور اب میری حالت بہت خراب ہے۔ کسی وقت بھی آپ کوئی بری خبر سن سکتے ہیں۔ ان کی جلد کا رنگ بھی بہت بدل گیا تھا۔ جسم بالکل ٹھنڈا اور بے جان محسوس ہوتا تھا۔ انہیں تسلی دی کہ آپ ہمت نہ ہاریں۔ خود بھی دعا کریں اور معلم کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے مجھے بھی یہاں خط لکھا۔ معلم بتاتے ہیں کہ ایک ہفتے کے بعد جب مَیں دوبارہ اس جماعت میں نماز جمعہ پڑھانے گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کی حالت بہتر ہے اور کچھ دنوں بعد یہاں سے میرا جواب بھی ان کو مل گیا کہ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ کامل شفا عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی صحت مسلسل بہتری کی طرف مائل ہوئی اور اب کچھ عرصہ بعد وہ بالکل تندرست ہو گئے ہیں اور اپنا کام کاج کر رہے ہیں۔ پس دعا کے طفیل انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی زندگی عطا ہوئی اور اس نے بھی ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے۔

پھر کرناٹک انڈیا سے وہاں کے امیر ضلع لکھتے ہیں۔ وہاں کے ایک جماعت کے صدر جماعت لکھتے ہیں کہ ان کو برین ٹیومر ہو گیا اور ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ان کا علاج ممکن نہیں ہے۔ آپریشن کرتے وقت جان بھی جا سکتی ہے۔ انہوں نے فوراً دعا کے لئے مجھے بھی یہاں لکھا اور میرا جواب بھی ان کو گیا کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔ کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد ڈاکٹروں نے دوبارہ ان کا معائنہ کیا تو حیران ہو گئے کہ برین ٹیومر کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ حسین صاحب مکمل طور پر شفایاب ہو گئے۔

پھر ایک مریض کا ذکر ہے جس کے بارے میں حافظ احسان سکندر مبلغ بیلجیئم لکھتے ہیں کہ ایک احمدی دوست داؤد صاحب بیمار تھے۔ ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ان کے جگر گردے اور پھیپھڑوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ہسپتال میں ہی انہیں دل کا دورہ بھی پڑا۔ انہیں وینٹی لیٹر (ventilator) پر لگا دیا گیا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹروں نے جواب دے دیا یہاں تک کہ ان کی فیملی نے جماعت سے درخواست بھی کر دی کہ جنازہ وغیرہ کی تیاری میں مدد کی جائے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے لکھا خود بھی دعا کی۔ جماعت کو بھی دعاؤں کے لئے کہا۔ اگلے دن جماعتی وفد جس میں صدر انصار اللہ، سیکرٹری تبلیغ اور یہ شامل تھے ان کو وزٹ کرنے گئے تو ڈاکٹر کہنے لگے کہ ایک معجزہ ہو گیا ہے کہ جو دوائی ہم پہلے انہیں دے رہے تھے اور ان کا جسم اسے قبول نہیں کر رہا تھا اب وہی دوائی اثر کر رہی ہے اور ان کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بہتر ہو رہی ہے۔ ہم نے ڈاکٹر کو کہا کہ یہ معجزہ دعا کی وجہ سے ہوا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔

دعا کی قبولیت کے بعض اور متفرق واقعات ہیں جو لوگوں کے لئے جماعت اور خلافت سے تعلق اور جماعت کی سچائی اور خدا تعالیٰ پر ایمان میں ترقی کا باعث بنتے ہیں۔

مصطفی صاحب سعودیہ کے رہنے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تھی کہ میرا تبادلہ فلاں شہر میں ہو جائے اور اس طرح مَیں فیملی کے ساتھ رہ سکوں۔ کہتے ہیں بظاہر یہ ناممکن تھا لیکن اب دعا سے ایک ایسا معجزہ ہوا کہ تبادلوں کی ایک رَو چل پڑی اور مَیں تینتیس نمبر سے ایک نمبر پر آ گیا ہوں۔ یعنی اب جب بھی کوئی تبادلہ ہوا مجھے موقع دیا جائے گا اور اس میں فیملی کے ساتھ رہ سکوں گا۔ یہ کہتے ہیں میرے لئے تو یہ ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔ اپنے اپنے حالات ہر کوئی جانتا ہے۔ بظاہر بعض باتیں بڑی معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن جس پر گزر رہی ہوتی ہے اس کو احساس ہوتا ہے کہ یہ کس قسم کی انہونی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور دعاؤں سے ہو گئی۔

تنزانیہ کے ریجن موروگورو کے معلّم لطیف صاحب ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کی ایک مسجد سے کسی نے سولر سسٹم کی بیٹری چوری کر لی۔ جب اگلے دن احباب جماعت کو پتا چلا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ پولیس میں رپورٹ کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ وہاں بھی کچھ نہیں ہونا۔ پولیس نے نوٹ کر لینا ہے اور قصہ ختم ہو جانا ہے تو بہتر ہے ہم دعا کریں۔ اللہ کے آگے جھکیں اور اس سے مانگیں۔ ہم یہ دعا کریں گے کہ جس نے بھی یہ بیٹری چوری کی ہے اس کو خود اللہ تعالیٰ سزا دے اور ہماری بیٹری ہمیں لوٹا دے۔ کہتے ہیں اس موقع پر چوری کا سن کر بعض غیر احمدی لوگ بھی اکٹھے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ خبر اس گاؤں میں پھیل گئی کہ احمدیوں نے دعا کی ہے کہ جس نے بھی بیٹری چوری کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے اور سزا دے۔ غیر از جماعت احباب نے کہنا بھی شروع کر دیا کہ احمدیوں کی دعائیں بڑی قبول ہوتی ہیں۔ اب چور ضرور پکڑا جائے گا کیونکہ اب اس کے لئے کوئی اور راستہ نہیں۔ کہتے ہیں ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ جس کسی نے بھی چوری کی تھی وہ چوری چھپے صبح سویرے بیٹری صدر صاحب جماعت کے گھر کے سامنے رکھ گیا۔ اس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کی دعا کو سنا اور غیر از جماعت احباب کا ایمان بھی دعاؤں پر مزید پختہ ہوا کہ یہ واقعی نیک اور سچے لوگ ہیں۔

بہرحال اس سے یہ تو پتا چل گیا کہ وہاں کے چوروں میں بھی خدا تعالیٰ کا خوف ہے اور خدا تعالیٰ کے نام سے ڈر گئے۔ لیکن پاکستان کے مُلّاں کے دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بالکل خالی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نام پر اس کے حکموں کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے قوم میں بھی بگاڑ پیدا

کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قوم پر بھی رحم کرے اور ان ظالموں سے قوم کو بھی جلد چھڑائے۔

ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے مبلغ انچارج صاحب گنی کناکری لکھتے ہیں کہ ایک مخلص نومبایع نوجوان سلیمان صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ وقف کر کے جماعت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم نے انہیں سیرالیون جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ تیاری شروع ہو گئی۔ کہتے ہیں جب ہم نے ان کے والدین جو ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے ان کو مشن ہاؤس بلوایا تا کہ ان کی رضامندی حاصل کی جا سکے تو بظاہر وہ خوش ہوئے اور تمام معلومات لے کر دو دن کے بعد واپس آنے کا کہہ گئے۔ واپس جا کر انہوں نے اپنے مولوی سے مشورہ کیا تو انہوں نے انہیں بہکا دیا اور ہمارے خلاف پولیس میں مقدمہ درج کروا دیا کہ جماعت احمدیہ ایک غیر مسلم اور متشدد جماعت ہے اور یہ لڑکے کو بھی ورغلا رہی ہے اور شدت پسند بنا رہی ہے۔ کہتے ہیں اس پر ہمیں بڑی پریشانی ہوئی۔ مجھے بھی انہوں نے دعا کے لئے لکھا اور بہر حال میں نے بھی ان کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ کوشش کرتے رہیں دعا بھی کرتے رہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں جب پولیس نے انکوائری کی اور جماعت کا تعارف جب انہیں پیش کیا پولیس کو لیف لٹس (Leaflets) وغیرہ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پولیس کمشنر نے نہ صرف کیس خارج کر دیا بلکہ کہنے لگا کہ مجھے تو ان کا بیان کردہ اسلام زیادہ صحیح اور پُرامن لگتا ہے اور پولیس کمشنر نے کہا کہ مجھے مزید معلومات فراہم کریں میں بھی اس جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

پھر ایک واقعہ مالی ریجن کے مبلغ مستنصر صاحب لکھتے ہیں کہ اس سال جلسہ سالانہ مالی کے لئے احباب کو تحریک کی کہ کثرت سے لوگ شامل ہوں۔ چونکہ جہاں جلسہ ہونا تھا وہاں کا فاصلہ کافی ہے تقریباً چار سو کلومیٹر۔ وہاں کے رہنے والے غریب لوگ ہیں۔ وہاں جانے کا، اتنا فاصلہ طے کرنے کا دس ہزار فرانک سے زائد کرایہ لگتا ہے۔ غریب آدمیوں کے لئے اتنی رقم مہیا کرنا کہ سارا خاندان جائے بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو ایک ممبر یحییٰ صاحب ہیں جو دریا سے مچھلیاں پکڑتے ہیں اور مارکیٹ میں فروخت کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑی کوشش سے سارے سال میں ایک آدمی کا کرایہ بنایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال تو میں گیا تھا۔ اس سال کیونکہ ایک آدمی کا کرایہ ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی بیوی کو جلسہ پر بھجواؤں گا۔ مربی صاحب نے انہیں کہا کہ آپ کی نیت تو اچھی ہے۔ لیکن کوشش کریں کہ آپ بھی جلسہ میں شامل ہوں اور اس کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دریا سے مچھلی کا ایسا شکار آپ کو دے دے کہ آپ کا بھی کرایہ بن جائے۔ چنانچہ جس دن صبح جلسہ کے لئے وہاں سے قافلہ چلنا تھا اس سے پہلے رات آٹھ بجے وہ شخص مشن میں آئے۔ ان کے ہاتھ میں تقریباً بارہ کلو کی ایک بہت بڑی مچھلی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ جب صبح دریا میں جال ڈالنے گیا تو میں نے بڑی دعا کی کہ کل قافلہ روانہ ہونا ہے اور میرے پاس کرایہ نہیں ہے۔ اے اللہ میری مدد کر کہ میں جلسہ میں شامل ہو سکوں۔ نیت میری نیک ہے۔ کہتے ہیں عصر کے وقت جال نکالا تو یہ مچھلی لگی ہوئی تھی۔ جب کنارے پر آیا تو ایک آدمی نے اٹھارہ ہزار فرانک سیفا کی خرید لی۔ میں نے اس آدمی سے اجازت لی ہے کہ میں آپ کو مچھلی دکھاؤں۔ تو اس مچھلی سے میرا کرایہ بھی پورا ہو گیا ہے۔ ہم دونوں میاں بیوی شریک ہو سکتے ہیں اور زائد پیسے بھی بچ گئے۔

اللہ تعالیٰ قبولیت دعا کے ذریعہ کس طرح احمدیوں کو ایمان میں پختگی اور خلافت پر یقین قائم فرماتا ہے اس بارے میں اپنا ایک واقعہ لکھتے ہوئے مالی کے ایک صاحب ادریس تراورے صاحب کہتے ہیں کہ 2008ء میں جب آپ نے گھانا کا دورہ کیا (جب میں 2008ء میں خلافت جوبلی کے جلسہ میں شامل ہوا تھا) تو اس وقت یہ احمدی شخص بھی جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں میں مرغیوں کا کاروبار کرتا تھا اور ان مرغیاں چھوڑ کر گھانا چلا گیا۔ پیچھے میری ساری مرغیاں مر گئیں۔ تو جس آدمی کے پیسوں سے میں یہ کاروبار کرتا تھا اس کو جب پتا چلا کہ میں احمدی ہوں اور احمدیوں کے جلسہ پر گیا ہوں اور مرغیاں مر گئی ہیں تو وہ مخالفت میں اور بھی اندھا ہو گیا اور میرے واپس آنے کے بعد مجھے پیغام بھیجا کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر میرے ایک لاکھ پچاس ہزار فرانک سیفا واپس کرو۔ کہتے ہیں میں بہت پریشان ہوا۔ میرے پاس تو رقم نہیں ہے۔ یہ مخالف مجھے بہت ذلیل کرے گا۔ کہتے ہیں ساری رات میں نے بڑی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرا کچھ انتظام کر دے۔ میں تو خلیفہ کی محبت میں جلسہ میں شامل ہونے کے لئے گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ ایک ٹرک سے کچھ اناج گرا ہوا ہے جسے میں سمیٹ رہا ہوں۔ ایک خاص جگہ دکھائی گئی کہ وہاں ٹرک ہے اور وہاں اناج گرا ہوا ہے۔ وہاں سے سمیٹ رہا ہوں۔ کہتے ہیں جو جگہ خواب میں دیکھی تھی میں صبح وہاں گیا تو وہاں ٹرک تو کوئی نہیں تھا۔ لیکن اناج گرا ہوا تھا۔ کچھ دانے گرے ہوئے تھے جو میں سمیٹنے لگا تو اچانک ایک کالے رنگ کا پلاسٹک کا لفافہ ملا۔ اس کو کھولا تو اس میں ایک لاکھ اسی ہزار فرانک سیفا تھے۔ میں نے وہاں علاقے کے لوگوں سے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہاں رات ایک ٹرک کھڑا تھا جو اب سینیگال کی طرف چلا گیا ہے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے یہاں سے یہ رقم ملی ہے اگر کسی کی ہو تو بتا کر لے لے۔ کوئی آدمی نہیں آیا۔ بہر حال جب شام کو قرض خواہ قرض لینے آیا اور پھر بدتمیزی پر اتر آیا تو میں نے اسے کہا صبر کرو میں تمہیں قرض دے دیتا ہوں۔ میرا اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا ہے اور میں نے اس کی وہ رقم واپس کر دی۔ کہتے ہیں اب کئی سال ہو گئے ہیں۔ لیکن اس رقم کی ملکیت کا وہاں کسی نے دعویٰ نہیں کیا۔ کوئی نہیں آیا اسے پوچھنے۔

اسی طرح جرمنی سے مبلغ سلسلہ حفیظ اللہ بھروانہ صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک نومبایع احسان صاحب جو لبنانی ہیں۔ ان کی وہاں جرمنی میں میرے سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے دوران انہوں نے دعا کے لئے مجھ سے اپنی اسائلم کے حوالے سے مشکلات کا ذکر کیا کیونکہ پولیس نے ان کو بتایا تھا کہ انہیں کسی وقت بھی واپس بھجوا دیا جائے گا۔ کہتے ہیں لیکن اس آدمی کے ایمان میں بڑا اضافہ ہوا۔ خدا تعالیٰ نے بڑا معجزہ دکھایا کہ ان کا کیس باوجود اس کے کہ پولیس کا خیال تھا کہ کوئی سیاسی پناہ نہیں ملے گی اور واپس جائیں گے۔ تین سال کے لئے ان کو سیاسی پناہ مل گئی اور اب وہ بڑے خوش ہیں اور ہر ایک کو بتاتے ہیں کہ دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ غیر مسلموں کو بھی احمدیوں کی دعاؤں کی قبولیت کے ایسے نظارے دکھاتا ہے جو ان کو اس بات کا قائل کر دیتے ہیں کہ اسلام کا خدا دعاؤں کا سننے والا خدا ہے۔ مرزا افضل صاحب کینیڈا سے لکھتے ہیں کہ ہم وینکوور کے مغرب میں ایک انٹرفیتھ کانفرنس میں ایک شہر میں گئے اور ایک فون بک دیکھ کر ایک سکھ کو فون کیا کہ ہم یہاں انٹرفیتھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے ہمیں اپنے گھر خوش آمدید کہا۔ کھانا کھلایا۔ اپنے گھر میں ہی ہمیں ظہر عصر کی نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ انہوں نے کانفرنس میں ہر قسم کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ جب ہم چلنے لگے تو انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا کہ اس کے بیٹے کی تین بیٹیاں ہیں اور یہ کہ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا بھی دے دے۔ کہتے ہیں ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ ہاتھ اٹھا کے وہیں دعا بھی کی اور انہیں بتایا کہ ہم اپنے خلیفہ کو بھی دعا کے لئے لکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر ایک ڈیڑھ سال کے بعد ان کا بڑا خوشی سے فون آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پوتا عطا فرمایا ہے۔

دعاؤں کے قبولیت کے یہ چند واقعات ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''قانون قدرت میں قبولیت دعا کی نظیریں موجود ہیں۔'' جیسا کہ شروع میں بچے کے چلّانے کی وجہ سے ماں کے دودھ کے اترنے کی مثال کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ قانون قدرت ہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسی قانون کے تحت ''ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ زندہ نمونے بھیجتا ہے''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 199۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اور اگر قبولیت دعا کے زندہ نمونوں کا حصہ بننا ہے تو پھر بعض لوازمات ہیں۔ بعض شرطیں ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان کے لئے بعض شرطیں بھی ضروری ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''دعا کے لوازمات سے اوّل ضروری یہ ہے کہ اعمال صالحہ اور اعتقاد پیدا کریں کیونکہ جو شخص اپنے اعتقادات کو درست نہیں کرتا اور اعمال صالحہ سے کام نہیں لیتا'' (ان کو بہتر نہیں کرتا) ''اور دعا کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 200۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ایمان کو جہاں اعتقادی لحاظ سے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے وہاں عملی حالت کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ویسے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق پانچ وقت نمازوں پہ توجہ نہ دیں۔ لوگوں کے بنیادی حق ادا نہ کریں اور جب مشکل میں گرفتار ہوں تو اس وقت پھر ہمیں اللہ بھی یاد آ جائے۔ لوگوں کے حق ادا کرنے بھی یاد آ جائیں۔ پہلے اپنی حالتوں کو بہتر کرنا ہوگا۔ اعتقادی حالت جو بہتر کی ہے تو صرف اعتقادی حالت کے بہتر ہونے سے ہی کام پورا نہیں ہوتا جب تک عمل صالح نہ ہو۔ اور عمل صالح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بھی ادا کئے جائیں اور اس کے مخلوق کے حق بھی ادا کئے جائیں۔ پس یہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ پھر دعاؤں کو بھی سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حکموں کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے اور عبادتوں اور دعاؤں کے حق ہمیشہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ مکرم چوہدری نعمت اللہ ساہی صاحب کا ہے جنہوں نے اپنے ریٹائرمنٹ کے بعد بلکہ اس سے پہلے ہی زندگی وقف بھی کی تھی اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ناظم جائیداد رہے ہیں۔ 15 رجنوری کو کینیڈا میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے خاندان میں احمدیت حضرت حسین بی بی صاحبہؓ، والدہ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب کے ذریعہ آئی تھی انہوں نے اپنی ایک خواب کے ذریعہ قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ حسین بی بی صاحبہ کے خاوند حضرت نصر اللہ خان صاحب کے چھوٹے بھائی غلام احمد صاحب نے بھی قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ چوہدری نعمت اللہ صاحب کے دادا تھے۔ چوہدری صاحب کو جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ امیر جماعت ضلع حیدرآباد رہے۔ انصار اللہ کے ضلع حیدرآباد کے ناظم رہے۔ قائد خدام الاحمدیہ حیدرآباد رہے۔ ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان رہے۔ بچپن سے ہی باقاعدہ تہجد کے عادی تھے اور آخر دم تک اس کے لئے کوشش کرتے رہے۔ نماز باجماعت باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ موسم کی شدت سردی یا بارش میں آپ کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ مسجد پہنچیں اور نماز باجماعت پڑھیں۔ دعا پر آپ کو غیر معمولی یقین تھا۔ خلافت سے انتہائی عقیدت تھی۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ خلافت سے پہلے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع حیدرآباد کے دورے پر تھے تو راستے میں چوہدری صاحب کا گھر آتا تھا۔ آپ وہاں گئے۔ تھوڑی دیر قیام کیا۔ چوہدری صاحب تو گھر میں نہیں تھے ان کی اہلیہ سے فرمایا کہ چوہدری صاحب سے کہیں کہ اب دین کی خدمت کریں۔ حالانکہ ویسے تو جماعتی لحاظ سے وہ ایک عہدیدار کی حیثیت سے خدمت کر ہی رہے تھے لیکن جب باقاعدہ ایک پیغام چوہدری صاحب کو ملا تو اس کے بعد آپ نے زندگی وقف کر دی۔ اس کا خط لکھا۔ ہمیشہ کارکنان سے پہلے دفتر میں پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔ بڑے صابر اور شاکر تھے اور دوسروں کی تکلیف کا بڑا خیال رکھنے والے تھے۔ اپنے نفس پر قابو تھا۔ بڑے دھیمے ٹھنڈے مزاج کے تھے۔ معمولی بیماری یا تکلیف کا کبھی کسی سے ذکر نہیں کیا۔ ملازمت کے دوران ان کی بڑی اچھی تنخواہ ہوتی اس کے باوجود کبھی اپنے پر زائد خرچ نہیں کرتے تھے یا پیسے کا اظہار نہیں تھا اور بڑی ایمانداری سے انہوں نے کام کیا۔ ٹیکسٹائل ملوں میں انہوں نے کام کیا اس کی وجہ سے ان کے جو مالکان تھے ان کو بھی آپ پہ بڑا زیادہ اعتماد تھا۔ آپ کے بیٹے نے جب فیصل آباد میں ٹیکسٹائل کے شعبہ میں کام شروع کیا تو آپ کی ایمانداری کی وجہ سے بہت ساری ملوں کے مالکان نے کہا کہ آپ کے ساتھ ہم بغیر کسی گارنٹی اور ضمانت کے کام کر دیتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے یہی ضمانت کافی ہے کہ تم چوہدری صاحب کے بیٹے ہو۔ ان کا ٹیکسٹائل انڈسٹری میں بڑا نام تھا۔ اولاد کو بھی ہمیشہ خلیفہ وقت کو خط لکھنے کے لئے تلقین کرتے رہتے تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔

ان کے ایک عزیز لکھتے ہیں کہ چوہدری نعمت اللہ صاحب کے والد عنایت اللہ صاحب چوہدری ظفراللہ خان صاحب کے چچا زاد بھائی تھے۔ ایک دفعہ ان کو پتا لگا کہ چوہدری نعمت اللہ صاحب سے ان کے والد ناراض ہیں تو چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ان کے والد کو خط لکھا کہ میں پاکستان میں تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو عزیز نعمت اللہ پر کسی سبب سے کچھ خفگی ہے۔ کہتے ہیں مجھے تو نہیں معلوم کس وجہ سے خفگی ہے۔ بہرحال مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ جتنا عرصہ عزیز نعمت اللہ انگلستان میں رہا۔ یہاں وہ پڑھنے کے لئے آئے تھے جب چوہدری صاحب بھی یہاں ہوتے تھے۔ میں جب بھی انگلستان گیا وہ مجھ سے ملتا رہا اور جب وہ اپنی بیماری کے عرصہ میں سوئٹزرلینڈ میں تھا تو وہاں بھی ملاقات ہوتی رہی۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مَیں نے عزیز کو ہر طرح سے فرمانبردار، متواضع، شریف الطبع، خوش اخلاق اور مخلص معاون پایا۔ اس کے حسن اخلاق اور اس کی طبیعت کی شرافت پر آپ کو اس کا باپ ہونے کے لحاظ سے بجا طور پر فخر ہونا چاہئے۔ پھر لکھتے ہیں کہ جتنا عرصہ باہر رہا نہایت نیک رہا اور میری طبیعت اس سے بہت خوش رہی۔ میں متواتر اس کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں اور اب بھی ہر نماز میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ نہایت سچائی سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے تینوں عزیزوں میں سے جو اس عرصے میں انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے (کہتے ہیں کہ) عزیز نعمت اللہ ان تینوں میں سب سے زیادہ نیک اور شریف طبیعت ہے۔

پھر ان کے دفتر نظامت جائیداد کے ایک مختار عام لکھتے ہیں کہ کبھی ان کا افسروں والا رویّہ نہیں تھا بلکہ ہمیشہ شفیق بزرگ ہی انہیں پایا۔ نہایت درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ بڑی درویش صفت طبیعت تھی۔ دنیاوی طور پر نہایت کامیاب اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے مگر اس کے باوجود کمال کی عاجزی تھی اور افسران کے ساتھ تعلق میں نہایت درجے کے مؤدب اور احترام والا تعلق تھا۔ افسران کا چاہے عمر میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہوتا بڑی عزت اور احترام کرتے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے اور بڑا صحیح لکھا ہے کہ وقف زندگی کی منظوری کے بعد وہ اپنی ذات کو مٹا چکے تھے۔ اَنانیت کا کوئی پہلو ان کی ذات میں نظر نہیں آتا تھا۔ کہتے ہیں اکثر میں دفتر میں جب بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے۔ کہتے ہیں جہاں نظام جماعت کی بات آتی تو تمام تعلقات اور رشتوں کو ایک طرف رکھ دیتے۔ ویسے بڑے رشتوں کو نبھانے والے تھے۔ کہتے ہیں ربوہ میں کسی احمدی نے جماعت کی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا اور لوگوں کو یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ چوہدری صاحب سے میری رشتہ داری ہے اور مجھے کوئی کچھ نہ کہے۔ چوہدری صاحب کو جب معلوم ہوا تو بڑی سختی سے اس شخص سے پیش آئے۔ کہتے ہیں ایسی سختی انہوں نے پہلے کسی اور سے نہیں کی جتنی اس اپنے رشتہ دار سے کی حالانکہ اور بھی ناجائز قابضین تھے۔

یہ کہتے ہیں کہ ایک بار مجھے چوہدری صاحب نے بتایا کہ میں نے ساری زندگی کبھی اپنی اہلیہ سے لڑائی نہیں کی۔ خلافت کا ذکر ہوتا تو آنکھوں میں چمک آ جاتی۔ ایک دفعہ ان کے ایک بیٹے کا کہیں رشتہ ہوا تو ان کو کسی ذریعہ سے پتا لگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مَیں تمہیں یہ تو نہیں کہتا کہ رشتہ توڑ دو۔ ختم کر دو۔ زبردستی نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ جب مجھے یہ پتا لگ گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو پسند نہیں تو مَیں اس شادی میں شامل نہیں ہوں گا۔ تو پھر بیٹے نے خود ہی وہ رشتہ ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ ظفر اللہ خان بٹر صاحب کرتو، شیخوپورہ کا ہے۔ ان کی 9/جنوری کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے والد چوہدری اللہ دتّہ صاحب نے 1928ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ اپنے گاؤں کرتو ضلع شیخوپورہ میں ان کو بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق ملی۔ نماز تہجد بہت باقاعدگی سے ادا کرنے والے۔ پنجوقتہ نماز ادا کرنے والے۔ خطبات باقاعدگی سے سننے والے۔ چندوں میں بہت باقاعدہ تھے۔ طبیعت میں سادگی تھی لیکن اولاد کی تربیت کے معاملہ میں ہر باریک پہلو کو مدّنظر رکھتے تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے ساجد محمود بٹر صاحب مربی سلسلہ ہیں اور آجکل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا میں بطور استاد خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اپنی جماعتی ذمہ داریوں کی وجہ سے اپنے والد کی وفات پر پاکستان نہیں جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ یہ کہتے ہیں کہ بچپن میں ہمیشہ ماں باپ نے ہماری تربیت کا خیال رکھا۔ ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ مسجد لے کر جاتے تھے اور جب کوئی مہمان آتا تو بڑی خوشی سے میرا تعارف کرواتے کہ میں نے اس بیٹے کو وقف کیا ہے اور اسے جامعہ بھجوانا ہے۔ کہتے ہیں اس کا یہ اثر تھا کہ کبھی میرے دل میں کسی اور تعلیم کا خیال ہی نہیں آیا اور ہمیشہ یہی خیال رہتا کہ میں نے جامعہ جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں ان کی اولاد میں بھی جاری رکھے اور جس جذبے اور احساس سے انہوں نے اپنے بیٹے کو وقف کیا تھا اللہ تعالیٰ ان کے بیٹے کو بھی حقیقت میں وقف کی روح کے ساتھ اپنے وقف کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اصولِ ثلاثہ جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں:

اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اس کی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا۔ اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا۔ اور اس کو واحد لاشریک جاننا۔ اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا۔ اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اُس کو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔

دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا۔ اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔

سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالفِ امن امور سے دُور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔

یہ اصولِ ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہئے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھانے چاہئیں۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13، صفحہ 14)

قائم شدہ
1952ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز

میاں حنیف احمد کامران

ربوہ 0092 47 6212515

28 لندن روڈ، مورڈن SM4 5BQ
0044 203 609 4712
0044 740 592 9636

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اور آپ کے آریہ مخالفین

(منظور احمد۔ایم ایس سی، پی ایچ ڈی۔کراچی)

قسط نمبر 3

پنڈت لیکھرام صاحب

مرزا صاحب کے 20؍فروری 1886ء کی پسر موعود کی پیشگوئی کے جواب میں پنڈت صاحب نے جو 18؍مارچ 1886ء کو پیشگوئیاں کی تھیں اُن کا کچھ تذکرہ پیچھے آچکا ہے۔ پنڈت صاحب نے اِس اِشتہار میں مزید لکھا کہ

''ہمارا شعلہ طور بھی تیار ہوتا ہے۔ہم بھی اپنا الہام سنائیں گے اور غیب کی باتیں بتائیں گے۔''

(پنڈت لیکھرام صاحب۔کلّیات آریہ مسافر صفحہ 495-492)

''میں نے عرض کی کہ بارِخدایا ایسے مکار (مراد مرزا غلام احمد صاحب – ناقل) کو سزا کیوں نہیں دیتا جو بندگان ایزدی کو گمراہ کرتا ہے۔ فرمایا...تین سال میں سزا دی جائے گی...میں نے عرض کی کہ خداوندا اِس نے اشتہار جاری کیا ہے کہ مجھ کو الہامات ہوتے ہیں۔ فرمایا۔محض جھوٹ ہے۔ ہم نے کوئی الہام یا پیشگوئی اِس کو نہیں بتلائی۔'' (کلّیات آریہ مسافر صفحہ 496-495)

پنڈت صاحب نے اسی تسلسل میں یکے بعد دیگرے مرزا صاحب کے بارے میں کئی اور پیشگوئیاں کیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔مثلاً

''آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غائت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی...خدا کہتا ہے چند روز تک قادیان میں نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہو جائے گا۔''

(کلّیات آریہ مسافر صفحہ 497)

مرزا صاحب نے 20؍فروری 1886ء کے الہام کی بنا پر جس موعود بیٹے کی پیشگوئی کی تھی اُس کے متعلق لیکھرام صاحب نے لکھا کہ:

''ابد تک آپ کے کوئی لڑکا پیدا نہ ہوگا جیسا کہ عرصہ ہوا بذریعہ اِشتہار مفصل شائع ہو چکا ہے۔''

(کلّیات آریہ مسافر صفحہ 501-499)

''پہلے یہ بھی اطمینان ہو گیا کہ 9 برس تک آپ اور آپ کی بیوی زندہ رہے گی؟ ہمارا الہام تو تین سال کے اندر اندر آپ سب کا خاتمہ بتلاتا ہے۔''

(کلّیات آریہ مسافر صفحہ 501-499)

''ہمارا الہام یہ کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا۔'' (ایضاً)

حضرت مرزا صاحب کی طرف سے پنڈت لیکھرام کی قہرِ الٰہی سے چھ سال کے اندر اندر موت کی خبر سے گھبرانے کی بجائے پنڈت صاحب میں پہلے سے بھی زیادہ بیباکی پیدا ہو گئی تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی زبان و قلم کو لگام دیتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشنام طرازی سے احتراز کرتا وہ آریہ اعتقادات پر پختہ یقین کے ساتھ اسلام کے خلاف مرزا صاحب کے مقابلے کے لئے تیار ہو گیا اور بڑی دھوم دھام اور تکبّر کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ تلخ کلامی شروع کر دی۔ مرزا صاحب کی طرف سے 1886ء والی پسر موعود کی پیشگوئی اور 1893ء والی چھ سال کے اندر عذاب الٰہی سے پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی اور اس کے جواب میں پنڈت لیکھرام کی طرف سے مرزا صاحب کے ہاں ابد تک بیٹا نہ ہونے اور مرزا صاحب کی ذریت کے تین سال کے اندر اندر خاتمے کی پیشگوئیاں 1893ء سے 1897ء تک ہندوستان کے طول و عرض میں مختلف اخبارات، رسائل اور اشتہاروں کے ذریعے مسلسل مشتہر ہوتی رہیں اور شہرت پاتی رہیں۔ اسلام اور آریہ سماج کے درمیان ایک طرح کی جنگ کا طبل بج چکا تھا اور لوگ آریہ اور مسلمان سبھی شدید بے چینی سے نتائج کا انتظار کر رہے تھے۔

9؍جنوری 1897ء کو پنڈت لیکھرام نے لکھا کہ:

''اُس نے جبرائیل بھیج کر قادیانی کے کان میں ہماری موت کا الہام سنایا'' (کلّیات آریہ مسافر صفحہ 433)

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ ایک لحاظ سے پنڈت صاحب کی 18؍مارچ 1886ء کی مرزا صاحب کے خلاف پسر موعود کے نہ ہونے اور مرزا صاحب کی ذریت کے تین سال میں خاتمے کی پیشگوئیاں تو جھوٹی ثابت ہو ہی چکی تھیں اب درحقیقت ہر ایک کو مرزا صاحب کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا انتظار تھا۔ پنڈت لیکھرام نے ہر طرح سے اپنی حفاظت کے انتظام کر رکھے تھے اور خاص طور پر دو تنخواہ دار سپاہی اپنے مکان میں تعینات کر لئے تھے۔ پنجاب پولیس کو خفیہ ہدایات کے ذریعے خبردار کر دیا گیا تھا کہ وہ پنڈت لیکھرام کی حفاظت کا خاص خیال رکھے کیونکہ بقول مسٹر کرسٹی (پنجاب پولیس)

''گورنمنٹ کو مدّت سے معلوم تھا کہ پنڈت لیکھرام پر مخالفوں کی طرف سے ہر طرح کے حملے ہوں گے اور اس لئے پولیس کو خفیہ ہدایات رہتی تھیں کہ ہر جگہ اُن کی حفاظت کو مدِّنظر رکھیں۔''

(کلّیات آریہ مسافر صفحہ الف کالم 2)

خدا کے قہری نشان کا ظہور

حالات بتاتے ہیں کہ 1897ء کے آغاز ہی سے جب کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کو چار سال کے قریب عرصہ گزر چکا تھا حضرت مرزا صاحب اور پنڈت صاحب کے درمیان معرکے کے فیصلہ کن لمحات آن پہنچے تھے جن کو قریب تر لانے کے اسباب ہی پنڈت صاحب کے اپنے ہاتھوں پیدا ہو رہے تھے۔ اُن کے قرآن، اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِستہزاء میں تلخی بڑھ رہی تھی اور وہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کا مسلسل تمسخر اُڑا رہے تھے۔ آخر خدا کے قہری نشان کے ظہور کا وقت آ پہنچا جس کی مختصر روداد یوں ہے۔

اگرچہ عام طور پر ہندو مذہب کے مطابق ہندو پیدائشی ہوتا ہے اور کسی غیر مذہب والا ہندو مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا مگر پنڈت لیکھرام صاحب وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہندوستان میں شُدھی کی داغ بیل ڈالی۔ پنڈت صاحب کا نکتہ نگاہ یہ تھا کہ ماضی میں ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے زبردستی ہندوؤں کو مسلمان بنا لیا تھا جن کو پھر سے اپنے آبائی دھرم ہندو مذہب میں واپسی کے لئے شدھی کا آغاز کرنا چاہیے۔اس کے نتیجے میں بقول پنڈت صاحب ایک مسلمان آکران سے ملتجی ہوا کہ میرے باپ دادا ہندو تھے جو مسلمانوں کے زیر اثر آکر مسلمان ہو گئے تھے اس نے پھر سے ہندو دھرم میں آنے کے لئے شدھی کی درخواست کی۔ پنڈت لیکھرام صاحب نے اس کے لئے 7؍مارچ 1897ء کی تاریخ مقرر کی۔ ہندوؤں کی طرف سے اس کے لئے زور شور سے جلسے، جلوس اور خوشیاں منانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ان دنوں پنڈت صاحب لاہور کے آریہ محلہ وچّھو والی کے ایک ایسے مکان میں رہائش رکھتے تھے جو تین منزلہ تھا اور گلی کا آخری مکان تھا۔ گلی آگے سے بند تھی اور مکان مکمل طور پر محفوظ تھا۔ انہی دنوں ماہ رمضان المبارک کے خاتمے پر 5؍مارچ 1897ء بروز جمعۃ المبارک مسلمانوں کی عید الفطر کا دن تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ پنڈت لیکھرام صاحب 6؍مارچ 1897ء بروز ہفتہ شام کے وقت اپنے مکان کی بالائی منزل پر ننگے بدن بیٹھے، پنڈت دیانند بانی آریہ سماج کی سوانح عمری لکھ رہے تھے اور وہ شدھی کا خواہاں شخص بھی کمبل اوڑھے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اس دوران تصنیف کے کام سے تھک کر پنڈت لیکھرام صاحب کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہوتے ہی انگڑائی لی جس پر اس شدھی ہونے والے شخص نے پنڈت صاحب کی بڑھی ہوئی توند پر خنجر کا بھرپور وار کیا کہ انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئیں۔ پنڈت صاحب کی چیخ کی آواز کو سن کر پنڈت صاحب کی بیوی اور والدہ اس کمرے میں آگئیں۔ ان کے شور سے گلی اور محلے کے لوگ بھی جمع ہو گئے مگر ساری رکاوٹوں اور حفاظتوں کے باوجود کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ حملہ آور کدھر کو، کس طرح اور کہاں غائب ہو گیا۔ پنڈت جی کو زخمی حالت میں لاہور میو ہسپتال پہنچایا گیا جہاں انگریز ڈاکٹر پیری کی پوری کوشش کے باوجود پنڈت صاحب آٹھ گھنٹے شدید کرب کے بعد ہفتے اور اتوار کی درمیانی رات ایک دو بجے اس دارفانی سے چل بسے۔ اس واقعہ کے پس منظر اور اس کی تفاصیل کے بارے مشہور آریہ سماجی لیڈر پنڈت دیو پرکاش نے اس طرح لکھا کہ:

''13؍فروری یا 14؍فروری 1897ء کو ایک شخص لالہ ہنسراج جی کے پاس گیا۔ پھر دوسرے روز دیانند کالج ہال میں دکھائی دیا۔ وہ پنڈت لیکھرام جی کو تلاش کرتا تھا۔ پھر پنڈت جی کو ملا تو اس نے عرض ظاہر کی کہ وہ پہلے ہندو تھا عرصہ دو سال سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اب پھر اپنے اصل دھرم پر واپس آنا چاہتا ہے...وہ پنڈت جی کے ساتھ سایہ کی طرح رہنے لگا۔ کھانا بھی عام طور پر پنڈت جی کے گھر کھایا کرتا تھا یہاں تک کہ پنڈت جی یکم مارچ کو ملتان تشریف لے گئے۔ 5؍مارچ کو عید کا دن تھا قاتل نے اس دن پنڈت جی کے گھر، ریلوے سٹیشن، آریہ پرتی ندھی سبھا کے دفتر میں 18 یا 19 چکر لگائے مگر پنڈت جی 5؍مارچ کو ملتان سے نہ آسکے۔ اس سے اس ظالم کا ارادہ پنڈت جی کو عید کے دن شہید کرنا تھا۔ 6؍مارچ کو صبح پنڈت جی کے مکان پر پہنچا اور بعد ازاں پرتی ندھی کے دفتر سے ہوتا ہوا ریلوے سٹیشن گیا۔ اس روز پنڈت جی ملتان سے تشریف لے آئے۔ قاتل خلاف معمول کمبل اوڑھے ہوئے تھا اور بار بار تھوکتا تھا اور کانپ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ پنڈت جی نے سوال کیا کہ کیا بخار ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں، ساتھ کچھ درد بھی ہے۔ تب پنڈت جی اُسے ڈاکٹر بشن داس کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا اسے بخار وغیرہ تو کچھ نہیں لیکن خون میں کچھ جوش ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے پلستر لگانے کو کہا مگر اس مکّار نے انکار کر دیا اور کہا کوئی پینے کی دوا دیجئے۔ تب پنڈت جی نے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے اسے شربت پلایا۔ اس کے بعد پنڈت جی نے کچھ کپڑا خریدا اور گھر کو چلے آئے اور وہ ظالم بھی ساتھ تھا... پنڈت جی چارپائی پر جا بیٹھے اور رشی دیانند کے جیون چرتر کے کاغذات مکمل اور مرتب کرنے میں مشغول ہو گئے اور سفّاک بھی بائیں طرف بیٹھ گیا۔ عین اس وقت جب پنڈت جی نے تھکاوٹ کے سبب اُٹھ کر سات بجے شام کے وقت انگڑائی لی اس وقت اس ظالم نے جو صبح سے موقع کی گھات میں تھا فوراً اُٹھ کر پنڈت جی کے پہلو میں چھرا گھونپ دیا جس سے انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پنڈت جی نے ایک ہاتھ سے انتڑیوں کو تھاما ایک سے چھری چھین لی۔ تب پنڈت جی کی ماتا اور دھرم پتنی اس کی طرف دوڑیں۔ اس وقت اس بے رحم ظالم نے پنڈت جی کی بوڑھی ماتا کو بیلنا اس زور سے مارا کہ وہ اچانک چوٹ لگنے کے سبب بے ہوش ہو کر گر گئیں اور وہ بے ایمان قاتل فرار ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد لوگ جمع ہو گئے اور پنڈت جی کو ہسپتال لے گئے اور آخر ایک بجے رات...آپ کی پاک روح قفس عنصری سے عالم جاودانی کی طرف پرواز کر گئی۔''

(پنڈت دیو پرکاش۔دافع الاوہام صفحہ 81)

پنڈت لیکھرام کے اس قتل کے واقعات آریہ سماجی مہاشہ سنت رام آشفتہ نے اپنی تصنیف پنڈت لیکھرام کی سوانح عمری میں یوں لکھے ہیں۔ متعلقہ حصے کے ہندی مندرجات کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

''14؍فروری 1897ء کے دن جبکہ دیانند کالج کے ہال میں ایک شخص آپ کی تلاش کرتا ہوا دیکھا گیا اور آپ سے مل کر کہا کہ عرصہ دو سال سے مسلمان ہو گیا ہوں شُدھ کر لیں تو فوراً وعدہ کیا کہ ضرور شُدھ کریں گے حالانکہ صورت شکل خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ اُس کی آواز مہیب لہجے لئے ہوئی تھی...آریہ بھائیوں نے بہتیرا مسافر سے کہا کہ یہ خوفناک شخص ہے اس کا ہرگز اعتبار نہ کریں۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر کہ بھائی یہ دھرم گرہن کرنا چاہتا ہے سب کو ٹال دیا۔ سخت حیرانی پیدا ہوتی ہے کہ جب تمام لوگ اس بدمعاش کو خوفناک اور بھیانک بیان کرتے ہیں اور اس کو ریاکار اور دھوکا باز سمجھتے ہیں تو لیکھرام جیسا تجربہ کار اور جہاندیدہ شخص جس نے پولیس میں سالوں تک ملازمت کی تھی ... کس طرح دھوکا کھا سکتا ہے...
6؍مارچ کا نامبارک دن ہے، بہادر مسافر ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے مہرشی دیانند کے جیون چرتر کے کاغذات مکمل کر رہے ہیں، سامنے وہی سفّاک بیٹھا ہے...آج اس کی حالت عجیب و غریب ہے، بدن کانپ رہا ہے، آنکھوں میں خون اُترا ہوا ہے، چہرہ دم بدم بدلتا جا رہا ہے، اُتار چڑھاؤ جاری ہے، کبھی وہ باہر کی طرف دیکھتا ہے، کبھی کمبل کے اندر ہاتھ ڈالتا ہے۔''

(مہاشہ سنت رام آشفتہ۔پنڈت لیکھرام کی سوانح عمری)

اس کے بعد کے واقعات کے مہاشہ سنت رام آشفتہ اور پنڈت دیو پرکاش کے بیانات ایک جیسے ہیں۔ وفات کے بعد پنڈت لیکھرام کی لاش چتا میں جلائی گئی اور راکھ (گوسالہ سامری کی طرح) دریائے راوی میں بہادی گئی۔

آریوں کا ردعمل

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور پنڈت لیکھرام پشاوری کے درمیان روحانی مقابلہ دراصل اسلام اور آریہ مذہب کے درمیان الٰہی نصرت کا مقابلہ تھا جسے برِّاعظم ہندوستان کے سب مسلمان، ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے مذاہب کی صداقت کے اظہار کے لئے ایک

دوسرے کے مقابلے میں کئی پیشگوئیاں کیں اور دونوں نے ایک دوسرے کو جھوٹا بیان کیا اور خدا سے جھوٹے کی تباہی کی دعائیں کیں۔ لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ پنڈت لیکھرام کی پیشگوئیاں جن کا مختصر تذکرہ پچھلے صفحات پر کیا گیا ہے سب کی سب غلط نکلیں اور حضرت مرزا صاحب کی پنڈت صاحب کے بارے میں پیشگوئیاں بالکل درست ثابت ہوئیں اور وہ بالآخر حضرت مرزا صاحب کی اعلان شدہ پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوگیا اور وہ جس نے مرزا صاحب کے بارے میں الہام الٰہی کی بنیاد پر کہا تھا کہ ان کی ذریّت زیادہ سے زیادہ تین سال تک منقطع ہو جائے گی خود بے اولاد مر گیا اور اس کی اپنی ذریّت منقطع ہوگئی۔ جب کہ آج 121 سال گزرنے کے باوجود حضرت مرزا صاحب کی ذریّت نہ صرف منقطع نہیں ہوئی بلکہ ساری دنیا میں پھل پھول رہی ہے اور بڑھتی ہی جا رہی ہے بعینہٖ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو الہاماً کہا تھا کہ 'تیری ذریّت منقطع نہیں ہوگی بلکہ آخری دنوں تک سرسبز رہے گی'۔

ہندوؤں کے لئے یہ آسان نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کے اس قہری نشان کو تسلیم کر لیتے اور ہدایت پاتے۔ ہمیشہ کی طرح منکرین کی راہ کو انہوں نے بھی اختیار کیا اور پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کا حضرت مرزا صاحب کو ذمہ دار ٹھہرایا اور خطرناک نتائج کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ پنڈت صاحب کی ہلاکت کے جلد بعد اخبار آفتاب ہند نے لکھا کہ:

''مرزا قادیانی خبردار''۔ مرزا قادیانی بھی امروز و فرد کا مہمان ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منا سکتی ہے۔ آج کل اہل ہنود کے خیالات مرزا قادیانی کی نسبت بہت بگڑے ہوئے ہیں ... پس مرزا قادیانی کو خبردار رہنا چاہیے کہ وہ بھی بکرعید کی قربانی نہ ہو جاوے۔''

(اخبار آفتاب ہند۔ 18 مارچ 1897ء۔ صفحہ 5 کالم 1)

اسی طرح لاہور کے پیسہ اخبار نے لیکھرام کے قتل کی خبر کے ساتھ لکھا کہ:

''قتل کی نسبت ... بعض آریوں کو مرزا صاحب قادیانی کی سازش کا شُبہ ہے۔''

(اخبار پیسہ اخبار لاہور۔ 13 مارچ 1897ء۔ صفحہ 10 کالم 1)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا ردّ عمل

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے پنڈت لیکھرام کے قتل اور آریوں کی دھمکیوں اور شُبہات پر اپنے ردِّ عمل کا تین طرح سے اظہار کیا۔

اوّل: اظہار افسوس و تشکر

آپ نے فرمایا: ''اگرچہ انسانی ہمدردی کی رُو سے ہمیں افسوس ہے کہ اُس کی موت ایک سخت مصیبت اور آفت اور ناگہانی حادثہ کے طور پر عین جوانی کے عالم میں ہوئی لیکن دوسرے پہلو کی رو سے ہم خدا تعالیٰ کا شُکر کرتے ہیں جو اس کے منہ کی باتیں آج پوری ہوگئیں۔ ہمیں قسم ہے اس خدا کی جو ہمارے دل کو جانتا ہے کہ اگر وہ یا کوئی اور کسی خطرۂ موت میں مبتلا ہوتا اور ہماری ہمدردی سے وہ بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے ... یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے کیونکہ اس نے چاہا کہ اس کے بندہ کی تحقیر کرنے والے متنبہ ہو جائیں۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی 1897ء۔ اشتہار 9/مارچ 1897ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحات 337-336)

''ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا، زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آ جاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ مَیں اس کے لئے دعا کرتا اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو مَیں مانتا ہوں اس سے کوئی بات اَنہونی نہیں ... اور خوشی اس بات کی ہے کہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔''

(اشتہار 9/مارچ 1897ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 352)

دوئم: الزام تراشوں کو نصیحت

''ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہندو مسلمانوں کو دونوں آنکھوں کی طرح برابر دیکھے۔ کسی کی رعایت نہ کرے ... جب ثابت ہوگا کہ لیکھرام کا فلاں قاتل ہے اور وہ گرفتار ہوگا تو ایسا ہی وہ بھی پھانسی پائے گا۔'' (اشتہار 15/مارچ 1897ء)

''یہ بدگمانی کہ ان کے کسی مرید نے مار دیا ہوگا ... یہ شیطانی خیال ہے ... ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نہایت نیک چلن اور مہذّب اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ کہاں ہے کوئی ایسا پلید اور لعنتی ہمارا مرید جس کا یہ دعویٰ ہو کہ ہم نے اس کو لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا تھا۔ ہم ایسے مُرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کُتّوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے، اپنے مکر سے، اپنے فریب سے، اُن کے پورا ہونے کے لئے کوشش کرے اور کراوے''۔

(اشتہار 15/مارچ 1897ء)

''کس قدر حماقت ہے کہ ہمارے مخالف دِلوں میں خیال کرتے ہیں کہ کسی مرید کو بھیج کر لیکھرام کو قتل کرا دیا ہوگا۔ مجھے اس بے وقوفی کے تصور سے ہنسی آتی ہے کہ ایسی بے ہودہ باتوں کو اُن کے دِل کیونکر قبول کر لیتے ہیں۔ جس مرید کو پیشگوئی کی تصدیق کے لئے قتل کا حکم کیا جائے کیا ایسا شخص پھر مرید رہ سکتا ہے؟ کیا فی الفور اُس کے دل میں نہیں گذرے گا کہ یہ شخص جھوٹی پیشگوئیاں بناتا ہے اور پھر اُن کو سچی پیشگوئیاں ٹھہرانے کے لئے ایسے منصوبے استعمال کرتا ہے۔''

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحات 39)

سوئم: اپنی بریت کا فیصلہ کُن اظہار

آریہ صاحبان کی طرف سے مسلسل حضرت مرزا صاحب پر پنڈت لیکھرام کے قتل کا الزام لگایا جاتا رہا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے گھر کی تلاشی بھی لی گئی لیکن ان پر لگائے جانے والے الزامات بے بنیاد نکلے۔ اس کے باوجود الزام تراشیوں کا سلسلہ بند نہ ہوا تو حضرت مرزا صاحب نے اپنی بریت کے اظہار کے لئے ایک فیصلہ کُن چیلنج دیا جس میں آپ نے آریہ صاحبان کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہو سکتا اور مجھے قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے ... تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھائے کہ جس کے الفاظ یہ ہوں کہ:

''مَیں یقینا جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبتناک عذاب ہو مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔''

''پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددعا سے بچ گیا تو میں مُجرم ہوں اور اس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہئے۔ اب کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے۔''

(اشتہار 15/مارچ 1897ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحات 252-253)

شکوک وشبہات کو دور کرنے کے اس فیصلہ کُن آسان طریق کو اختیار کرنے کے لئے کوئی آریہ تیار نہ ہوا۔ لیکن مرزا صاحب نے از خود مئی 1897ء میں دو رسالے ''سراج منیر'' اور ''استفتاء'' شائع کئے جن میں ہندوستان کے سرکردہ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور مسلمانوں کو نام بنام بھجوا کر ان سے پنڈت لیکھرام کے بارے میں اپنی پیشگوئی پوری ہونے یا پوری نہ ہونے کے بارے میں تصدیق طلب کی۔ تقریباً چار ہزار معزّز حضرات نے تصدیق کی کہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوگئی۔ ان میں 279 معزّزین کے نام حضرت مرزا صاحب نے اپنی تصنیف ''تریاق القلوب'' (مصنفہ 1899ء) میں درج کر دیئے۔

اسلام اور آریہ مذہب اور پیشگوئی پنڈت لیکھرام کی ہلاکت پر تبصرہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے 22/مارچ 1897ء کو اپنے ایک اشتہار میں پنڈت لیکھرام کے قتل پر اپنے احساسات کا فیصلہ کُن اظہار اِن الفاظ میں کیا کہ:

''اسلام کے مذہب اور ہندوؤں کے مذہب کا خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سترہ برس سے ایک مقدمہ دائر تھا۔ سو آخر 6/مارچ 1897ء کے اجلاس میں اُس اعلیٰ عدالت نے مسلمانوں کے حق میں ایسی ڈگری دی جس کا نہ کوئی اپیل نہ مرافعہ ... اب یہ واقعہ دنیا کو کبھی نہیں بھولے گا۔ آریہ صاحبان کو چاہیئے کہ اب گورنمنٹ کو ناحق تکلیف نہ دیں۔ مقدمہ صفائی سے فیصلہ پا چکا ... اگر چاہیں تو قبول کریں کہ شُدھ ہونے کا طریق صرف اسلام ہے جس میں داخل ہو کر انسان قادر خدا کے ساتھ باتیں کرنے لگتا ہے۔ زندہ خدا کا مزہ اُسی دن آتا ہے اور اسی دن اس کا پتہ لگتا ہے جب اِنسان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کا قائل ہوتا ہے۔ اُس خدا کے سوا باقی سب بیہودہ قصے ہیں کہ لوگوں کی غلطیوں سے قوموں میں رواج پا گئے ہیں ... اسلام کا سچا اور قادر خدا ہمیشہ اپنے زندہ نشانات دکھاتا ہے۔''

(اشتہار 22/مارچ 1897ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحات 375-376)

قادیان کے آریہ حضرات اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

قادیان (ضلع گورداسپور۔ بھارت) میں مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کے علاوہ اچھی خاصی تعداد میں آریہ ہندو بھی آباد تھے۔ ان میں سے کچھ مثلاً لالہ شرمپت اور ملاوامل صاحب کے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مدتوں سے ذاتی تعلقات تھے اور وہ حضرت مرزا صاحب کی شرافت، نیک نفسی، پرہیزگاری اور متعدد پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے عینی گواہ تھے۔ لیکن پھر بھی وہ ہندوستان کے باقی آریوں کی طرح حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ خاص طور پر پنڈت لیکھرام کی موت کے بعد ان کا رویّہ انتہائی معاندانہ ہو گیا تھا اور وہ ننگی گالیوں اور دھمکیوں پر اُتر آئے تھے۔ 1905-6ء میں قادیان کے آریوں نے ایک اخبار جاری کیا جس کا نام شبھ چنتک تھا۔ اس اخبار کا بڑا مقصد حضرت مرزا صاحب کو بدنام کرنا اور ان کے مشن کو ناکام بنانا تھا۔ سوم راج صاحب اس اخبار کے ایڈیٹر، اچھر چند صاحب مینجر اور اس کا بھائی بھگت رام اس اخبار کا معاون کارکن مقرر ہوئے۔

قادیان کے آریوں کی طرف سے ایذا رسانی

اگرچہ اس اخبار کی کوئی اشاعت بھی دشنام طرازی سے خالی نہ ہوتی تھی لیکن بعض اوقات تو نوبت مغلّظات تک جا پہنچتی تھی۔ مثلاً اس اخبار نے اپنی 22/اپریل 1906ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

''یہ شخص (یعنی مرزا غلام احمد – ناقل) خود پرست ہے، نفس پرست ہے، فاسق ہے، فاجر ہے، اس واسطے گندی اور ناپاک خوابیں اس کو آتی ہیں۔''

پھر 15/مئی 1906ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

''قادیانی مسیح کے الہاموں اور اس کی پیشگوئیوں کی اصلیت طشت از بام کرنے کا ذمہ اُٹھانے والا ایک ہی پرچہ شبھ چنتک ہے ... مرزا قادیانی بداخلاق، شہرت کا خواہاں اور شکم پرور ہے۔''

اسی اخبار شبھ چنتک نے 22/مئی 1906ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

''کمبخت کمانے سے عار رکھنے والا، مکر، فریب اور جھوٹ میں مشاق ہے۔''

پھر 22/دسمبر 1906ء کی اشاعت میں حضرت مرزا صاحب کے بارے میں لکھا کہ:

''ہم ان کی چالاکیوں کو ضرور طشت از بام کریں گے اور ہمیں اُمید بھی ہے کہ ہم اپنے ارادہ میں ضرور کامیاب ہوں گے ... مرزا مکّار اور جھوٹ بولنے والا ہے۔ مرزا کی جماعت کے لوگ بدچلن اور بدمعاش ہیں۔''

اس اخبار نے یکم مارچ 1907ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

''ہم نے ... پندرہ سال تک پہلو بہ پہلو ایک ہی قصبہ میں ان کے ساتھ رہ کر ان کے حال پر غور کی تو اتنی غور کے بعد ہمیں یہی معلوم ہوا کہ یہ شخص درحقیقت مکّار، خودغرض، عشرت پسند، بدزبان وغیرہ وغیرہ ہے .. نشان تو ہم نے اس مدّت تک کوئی نہیں دیکھا۔ البتہ یہ دیکھا ہے کہ یہ شخص ہر روز جھوٹے الہام بناتا ہے۔ ایک لاثانی بے وقوف ہے۔''

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا ردِّ عمل

آریوں کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کی ایذا رسانی میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ 27/دسمبر 1906ء کے دن جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر جب حضرت مرزا صاحب مسجد اقصیٰ قادیان میں نماز پڑھ رہے تھے تو ایک آریہ نے بے تحاشہ گالیاں دینی شروع کر دیں۔ حضرت مرزا صاحب اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جب ہم مع اپنی جماعت کے جو دو ہزار کے قریب تھی اپنی جامع مسجد میں نماز میں مشغول تھے اور دُور دُور سے میری جماعت کے معزز لوگ آئے ہوئے تھے جن میں گورنمنٹ انگریزی کے بھی بڑے بڑے عہدیدار اور معزز رئیس اور جاگیردار اور نواب بھی موجود تھے تو عین اس حالت میں ... ایک ناپاک طبع آریہ برہمن نے گالیاں دینی شروع کیں اور نعوذُ باللّٰہ اِن الفاظ سے بار بار گالیاں دیتا تھا کہ یہ سب کنجر ایک جگہ جمع ہوئے ہیں۔ کیوں باہر جا کر نماز نہیں پڑھتے اور پہلے سب سے مجھے ہی یہ گالی دی۔''

(قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحات 420)

نماز کے اختتام پر حضرت مرزا صاحب نے اپنے ساتھیوں کی دلجوئی کی۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ دیکھتا ہے۔ وہ ظالم کو آپ سزا دے گا۔

حضرت مرزا صاحب کی تصنیف
’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اس بات کا بہت افسوس تھا کہ قادیان کے آریہ خصوصاً لالہ شرمپت اور ملاوامل صاحب حضرت مرزا صاحب کے کئی آسمانی نشانات کے عینی شاہد ہونے کے باوجود نہ صرف ان سے منکر تھے بلکہ حضرت مرزا صاحب کے خلاف بے حد گندے الزامات پر مبنی اشتہارات شائع کر چکے تھے جن میں سے کچھ کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ وہ یہ بھی شائع کر چکے تھے کہ:

’’یہ شخص محض مکار، فریبی ہے اور صرف دوکاندار ہے، لوگ اس کا دھوکہ نہ کھائیں، مالی مدد نہ کریں، ورنہ اپنا روپیہ ضائع کریں گے۔‘‘

(قادیان کے آریہ اور ہم۔
روحانی خزائن جلد 20 صفحات 425)

حضرت مرزا صاحب کو اس بات کا بھی ملال تھا کہ چونکہ یہ لوگ مدتوں سے ان کے ہم وطن اور ایک ہی قصبہ میں ہمسائیگی میں رہ رہے تھے اس لئے اس بات کا بھی کافی امکان تھا کہ ہمسائیگی کے باعث ان آریوں کا حضرت مرزا صاحب کو مکّار اور مفتری قرار دینا بہتوں کی گمراہی کا باعث بن سکتا تھا یا ان کے دلوں میں حضرت مرزا صاحب کے لئے شکوک وشُبہات پیدا کر سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے 20/فروری 1907ء کو ایک رسالہ ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ شائع کیا۔ اس رسالے میں حضرت مرزا صاحب نے بطور نمونہ اپنی چند پیشگوئیاں لکھ کر لالہ شرمپت اور ملاوامل کو چیلنج دیا کہ وہ خدا کی قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ پیشگوئیاں انہوں نے پوری ہوتے نہیں دیکھیں۔ نیز یہ کہ اگر وہ جھوٹ بول رہے ہیں تو خدا ان پر اور ان کی اولاد پر اس جھوٹ کی سزا نازل کرے۔ اس چیلنج کے ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب نے لکھ دیا کہ:

’’یہ لوگ اس طرح ہرگز قسم نہ کھائیں گے بلکہ حق پوشی کا طریق اختیار کریں گے اور سچائی کا خون کرنا چاہیں گے۔ تب بھی مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ حق پوشی کی حالت میں بھی خدا اُن کو بے سزا نہیں چھوڑے گا کیونکہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی بے عزتی خدا کی بے عزتی ہے۔‘‘

(قادیان کے آریہ اور ہم۔
روحانی خزائن جلد 20 صفحات 443)

اس دوران قادیان کے آریہ اخبار شبھ چنتک کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کی اہانت بھی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور لالہ شرمپت اور ملاوامل بھی سچائی کے اظہار سے کترا رہے تھے۔ انہی حالات میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے رسالے ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ کے ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر کچھ اشعار لکھے جن میں آخری شعر یہ تھا۔

’’میرے مالک تُو ان کو خود سمجھا
آسماں سے پھر اِک نشان دِکھلا‘‘

(قادیان کے آریہ اور ہم۔ٹائٹل اندرونی صفحہ)

یہ آریہ صاحبان حضرت مرزا صاحب کے پرانے شناسا تھے اور ان کی حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اکثر صحبت بھی رہتی تھی۔ لیکن مذہبی تعصب کی بنا پر وہ حضرت مرزا صاحب کی سچی پیشگوئیوں کی شہادت دینے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ اس سے آریہ مذہب پر دھبہ لگتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب 1882ء میں یہ الہامی پیشگوئی کر چکے تھے کہ (ترجمہ)

’’اے احمد! خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے... وہ لوگ جو تیرے پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں ان کے لئے ہم کافی ہیں... خدا کی مدد تجھ سے قریب ہے۔ وہ مدد ہر ایک دُور کی راہ سے تجھے پہنچے گی اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے... تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے... وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے... اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آ کر آباد ہوں گے‘‘... ’’ان پیشگوئیوں کو تم لکھ لو کہ وقت پر واقع ہوں گی۔‘‘

(مرزا غلام احمد قادیانی 1882ء۔ براہین احمدیہ حصّہ سوئم۔
صفحات 238 تا 242۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب اِن آریہ صاحبان سے اپنی ملاقات مندرجہ بالا الہام سے پہلے اور بعد کے حالات پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

’’یہ دونوں آریہ صاحبان (لالہ شرمپت اور ملاوامل — ناقل) گواہ ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ اس زمانے میں میری کیا حیثیت تھی...... مَیں کیسی گمنامی میں زندگی بسر کرتا تھا یہاں تک کہ کئی دفعہ یہ دونوں آریہ امرتسر میں میرے ساتھ جاتے تھے اور بجز ایک خدمتگار کے دوسرا آدمی نہیں ہوتا تھا اور بعض دفعہ صرف لالہ شرمپت ہی ساتھ جاتا تھا۔ یہ لوگ حلفاً کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں میری گمنامی کی حالت کس درجہ تک تھی۔ نہ قادیان میں میرے پاس کوئی آتا تھا اور نہ کسی شہر میں میرے جانے پر کوئی میری پرواہ کرتا تھا اور مَیں اُن کی نظر میں ایسا تھا جیسا کسی کا عدم اور وجود برابر ہوتا ہے۔

اب وہی قادیان ہے جس میں ہزاروں آدمی میرے پاس آتے ہیں اور وہی شہر امرتسر اور لاہور وغیرہ ہیں جو میرے وہاں جانے کی حالت میں صدہا آدمی پیشوائی کے لئے ریل پر پہنچتے ہیں بلکہ بعض وقت ہزارہا لوگوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ چنانچہ 1903ء میں جب میں نے جہلم کی طرف سفر کیا تو سب کو معلوم ہے کہ قریباً گیارہ ہزار آدمی پیشوائی کے لئے آیا تھا۔ ایسا ہی قادیان میں صدہا مہمانوں کی آمد کا ایک سلسلہ جو اَب جاری ہے اُس زمانہ میں اس کا نام ونشان نہ تھا‘‘۔

(قادیان کے آریہ اور ہم۔
روحانی خزائن جلد 20 صفحات 424 تا 428)

’’پھر جب چند سالوں کے بعد ان پیشگوئیوں کے آثار شروع ہونے لگے تو مخالفوں میں روکنے کے لئے جوش پیدا ہوا۔ قادیان میں لالہ ملاوامل نے لالہ شرمپت کے مشورہ سے اشتہار دیا... کہ تا لوگ رجوع سے باز آ جاویں اور مالی امداد سے منہ پھیر لیں۔ مگر دنیا جانتی ہے کہ اس اشتہار کے زمانے میں میری جماعت ساٹھ یا سترّ آدمی سے زیادہ نہ تھی... زیادہ سے زیادہ تیس یا چالیس روپیہ ماہوار آمدنی تھی۔ مگر اس اشتہار کے بعد مالی امداد کا گویا ایک دریا رواں ہو گیا اور آج تک (فروری 1907ء — ناقل) کئی لاکھ لوگ بیعت میں داخل ہوئے اور اب تک ہر مہینہ میں پانچ سو کے قریب بیعت میں داخل ہو جاتا ہے... مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس قدر ترقی ہوئی کہ جیسا ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے اور یہ ترقی بالکل غیر معمولی اور معجزانہ تھی حالانکہ نہ صرف ملاوامل نے بلکہ ہر ایک دشمن نے اس ترقی کو روکنے کے لئے پورا زور لگایا... اور خدا کی غیرت اور قدرت نے ان کے منہ پر وہ طمانچے مارے کہ ہر میدان میں ان کو شکست ہوئی‘‘۔

(قادیان کے آریہ اور ہم۔
روحانی خزائن جلد 20 صفحات 424 تا 428)

اخبار شبھ چنتک کے کارندوں پر عذاب الٰہی کا ورود

اِنہی دنوں اخبار شبھ چنتک کی دریدہ دہنی اور حضرت مرزا صاحب کی اہانت کی کوشش اپنی اِنتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ساتھ ہی سارے ہندوستان میں طاعون کی وبا تباہی مچا رہی تھی۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک پیشگوئی کر رکھی تھی کہ وہ خود اور جو کوئی بھی ان کے گھر میں ہو گا طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اس کو سن کر اچھر چند، مینیجر شبھ چنتک نے لکھا کہ:

’’لو مَیں بھی دعویٰ کرتا ہوں کہ میں طاعون سے نہیں مروں گا۔‘‘ (مرزا غلام احمد قادیانی 1907ء۔ حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ 593۔ حاشیہ)

حضرت مرزا صاحب کے مقابل پر اچھر چند کا یہ قول خدا تعالیٰ کو ناگوار گزرا اور خدا کا غضب فوراً ہی اُن پر نازل ہونا شروع ہو گیا۔ چند دن کے اندر شبھ چنتک کا پورا عملہ طاعون سے ہلاک ہو گیا اور خدا کے قہر نے ان کی اولاد اور اہل وعیال کو لپیٹ میں لے لیا۔ سب سے پہلے شبھ چنتک کے ایڈیٹر سومراج اور پھر بھگت رام ادارتی کارکن کی نرینہ اولادیں طاعون کا لقمہ بنیں۔ پھر بھگت رام اور اچھر چند چل بسے۔ سومراج نے اپنی اولاد اور دوستوں کی موت کا صدمہ اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر وہ خود بیمار ہوا اور دوسرے روز وہ بھی راہی مُلک عدم ہوا۔

ان عبرتناک حقائق کی نشاندہی پنڈت سومراج نے ایک دوسرے آریہ اخبار ’’پرکاش‘‘ کے نام ایک خط میں کی جو ٹھیک اُسی دن شائع ہوا جس دن پنڈت سومراج خود فوت ہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

’’یکا یک مہاشہ اچھر چند کی اِستری اور عزیز بھگت رام برادر لالہ اچھر چند کا لڑکا بیمار ہو گئے۔ خیر اُن کی اِستری کو تو آرام ہو گیا لیکن لڑکا گذر گیا۔ اس تکلیف کا بھی خاتمہ نہیں ہوا تھا کہ میری اِستری اور میرا چھوٹا لڑکا عزیز شِوراج بیمار ہو گئے۔ میری اِستری کو ابھی بیماری ہے مگر ہونہار لڑکا پلیگ کا شکار ہو گیا۔ اس ہیبت کو ابھی بھول نہیں گئے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت اور سر آ پڑی اور وہ یہ تھی کہ عزیز بھگت رام جس کے لڑکے کے گذر جانے کا اوپر ذکر کیا ہے بیمار ہو گیا اور چھ روز بیمار رہ کر ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم گوروکل میں بھی نہیں جا سکے اور اخبار بھی دو ہفتہ سے بند ہے۔‘‘

(اخبار الحکم قادیان۔ 17 اپریل 1907ء صفحہ 5 کالم 2)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب ان آریہ صاحبان کی موت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’یہ ہے پاداش شرارتوں اور شوخیوں کی... یہ مت خیال کرو کہ ان تینوں کا طاعون سے مرنا **ایک** نشان ہے۔ بلکہ یہ **تین** نشان ہیں اور اب ہم منتظر ہیں کہ اب ان کا جانشین قادیان میں کون ہوتا ہے اور کب ان کی طرح میری نسبت اخبار میں شائع کرتا ہے کہ یہ شخص مکار اور کاذب ہے اور ہم نے اس کا کوئی نشان نہیں دیکھا۔‘‘

(مرزا غلام احمد قادیانی 1907ء۔ حقیقۃ الوحی تتمہ صفحات 593-594)

مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (مرحوم) کی نذر
منظوم خراجِ محبت

بجھتی ہوئی آنکھوں کو دِکھا فن ، کہ چلا مَیں
اے شب!! کوئی خورشید نیا جَن کہ چلا مَیں
اُتری نہیں اِس طرح کبھی ریت کی بارش
آباد سبھی شہر ہوئے بَن ۔کہ چلا مَیں
سورج کی تمازت سے بدن ٹوٹ رہا ہے
دیتا ہے صدا دُور سے ساون ، کہ چلا میں
جُز میرے سمائے گا کوئی اور نہ اِس میں
رکھنا! بحفاظت یہ مِرا تن -- کہ چلا میں
آنکھوں کو جھکائے ہوئے ہر شخص کھڑا ہے
دہلیز ہی پکڑے مِرا دامن ، کہ چلا میں
یاں جو ہے تہِ فکر ، نہیں ذکر کے قابل
واں حُسن سے اک ربط میں ہے ظن کہ چلا میں
پتّوں میں لرزتی ہوئی ماتم کی صدائیں
زردی میں ہے لپٹا ہُوا گلشن کہ چلا میں
کوئی تو ہو ۔ پلکوں میں تسلی کو پرو دے
روتے ہیں لہُو میرے معاون کہ چلا میں
جو کچھ بھی ہے دل میں وہ کرے شوق سے صاحب
دنیا کی ہوئی دُور ہر الجھن کہ چلا میں

(طاہر عدیم۔ جرمنی)

بدرسوم۔ گلے کا طوق

وحید احمد رفیق

قسط نمبر 5

ولیمہ پر بہت بڑی دعوت ضروری نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دوسرے ولیمہ ہے جو اصل حکم ہے کہ اپنے قریبیوں کو بلا کر ان کی دعوت کی جائے۔ اگر دیکھا جائے تو اسلام میں شادی کی دعوت کا یہی ایک حکم ہے۔ لیکن وہ بھی ضروری نہیں کہ بڑے وسیع پیمانے پر ہو حسب توفیق جس کی جتنی توفیق ہے بلا کر کھانا کھلا سکتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ مورخہ 15-01-2010 شائع شدہ الفضل انٹرنیشنل 5فروری 2010ء)

ہماری تمام تقریبات میں سادگی نظر آنی چاہیے۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی ہے اور وہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ پر عمل کرتے ہوئے اپنی تقریبات میں اپنی حیثیت کے مطابق روپیہ خرچ کرے تو اسے دیگر غربا کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور اسراف کے اصول کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ ایک جگہ فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی مالی وسعت نہیں دی ان کو نہیں چاہیے کہ امرا کی نقل کرتے ہوئے اپنے اوپر غیر ضروری بوجھ لادلیں جسے اتارنا مشکل ہو۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بدترین کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں امراء کو بلایا جائے اور غرباء کو چھوڑ دیا جائے۔

(مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سے چند ایک لوگ ہی بدرسوم میں مبتلا ہیں، تو پھر جماعت میں اتنے وسیع پیمانے پر لٹریچر شائع ہو رہا ہے، ہر سطح پر اس موضوع سے متعلق آگاہی کیوں کی جا رہی ہے؟ تو یاد رکھنا چاہیے کہ ہر بیماری شروع میں معمولی ہی ہوتی ہے۔ عقلمندی اسی میں ہوتی ہے کہ تکلیف کے آغاز میں ہی اس کے متعلق حد درجہ احتیاط برتی جائے اور بروقت علاج سے اپنی جان کو محفوظ بنایا جائے۔ اسی طرح جو باتیں ایمان کو خطرے میں ڈالنے کا موجب ہوتی ہوں ان کو بھی آغاز ہی میں روکنا ایک مومن کا کام ہے۔ اگرچہ ایسے لوگ جماعت میں تھوڑے ہی ہیں کہ جو بدرسوم میں مبتلا ہیں، لیکن اگر جماعت ان کے خلاف مؤثر کارروائی نہ کرے تو آہستہ آہستہ لوگوں کی بڑی تعداد اس مرض میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے پاکستان کے مختلف علاقوں میں شادی سے متعلقہ پائی جانے والی رسوم کا جائزہ منگوایا۔ موصول ہونے والی رسوم کی فہرست ذیل میں درج کی جا رہی ہے تاکہ ہم ان سے آگاہی حاصل کر کے بچنے کی بھرپور کوشش کریں۔ ان میں سے بعض رسمیں بعض علاقوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض ملک گیر سطح پر پائی جاتی ہیں۔

1- گھروں کی چھت پر ڈھول بجایا جاتا ہے۔
2-لڑکے کو شادی پر کھارے چڑھایا جاتا ہے۔
3-لڑکے کو گانا باندھا جاتا ہے اور ہاتھ میں چھری پکڑائی جاتی ہے۔
4- گھڑولی بھرتے ہیں۔
5- دولہے کو سہرا باندھا جاتا ہے اور سرخ چادر اوڑھائی جاتی ہے۔ بہنیں باگ پکڑائی لیتی ہیں۔
6-فائرنگ کی جاتی ہے۔
7-ناچ گانا ہوتا ہے۔
8- گولا باری کی جاتی ہے۔
9-نوٹ نچھاور کیے جاتے ہیں۔
10-بینڈ باجے بجائے جاتے ہیں۔
11-ہیجڑے نچوائے جاتے ہیں۔
12-آتش بازی کی جاتی ہے۔
13-دودھ پلائی کا لاگ لیا جاتا ہے۔
14-بری اور جہیز کی نمائش کی جاتی ہے۔
15-لڑکی والے کام کرنے والوں کا لاگ طلب کرتے ہیں۔
16-دلہن کے سر پر رخصتی کے وقت قرآن کا سایہ کیا جاتا ہے۔
17-دولہا کے گھر داخل ہونے سے پہلے دلہن چوکھٹ پکڑ لیتی ہے اور جیٹھ/ سسر سے لاگ لے کر داخل ہوتی ہے اور ساس چوکھٹ پر تیل ڈالتی ہے۔
18-دلہن سے گھٹنا پکڑائی لی جاتی ہے۔
19-دلہن کی گود میں قرآن رکھا جاتا ہے۔ اس کی رقم مولوی لیتا ہے۔
20-جوتا چھپائی کا لاگ لیا جاتا ہے۔
21-سرمہ لگائی کی رسم کرتے ہیں۔
22-مہندی میں دولہے کے کپڑے پھاڑتے ہیں۔
23-دونوں گھر والے ایک دوسرے کے گھر مہندی لے کر جاتے ہیں۔
24-غیر محرم لوگ عورتوں کو کھانا تقسیم کرتے ہیں۔
25-زیورات اور کپڑوں کی نمائش ہوتی ہے۔
26- گھوڑوں کا ناچ ہوتا ہے۔
27-نوٹوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔
28-حق مہر استطاعت سے زیادہ لکھواتے ہیں۔
29-جائیداد بچی کے نام کروانے کا مطالبہ ہوتا ہے۔
30-بارات سے پہلے کئی دن دولہا کے کپڑوں پر رنگ پھینکے جاتے ہیں۔ بارات والے دن رنگ برنگے کپڑے اُتار کر دولہا نئے کپڑے پہنتا ہے۔
31-شادی سے ایک دو دن پہلے اہل محلہ مجرا کی محفلیں سجاتے ہیں۔ شراب پی جاتی ہے۔
32-دولہے کو سونے کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے۔
33-مراثی بلا کر ہزاروں روپے کی ویل دی جاتی ہے۔
34-شادی کے موقع پر انتہائی مہنگا لہنگا پہنا جاتا ہے۔ جو صرف ایک ہی دفعہ پہنا جاتا ہے۔
35- دولہا اور دلہن کو سجانے کے لیے بیوٹی پارلر لے جا کر ہزاروں روپے خرچ کردیے جاتے ہیں۔
36-نکاح کے وقت لڑکی کا جیب خرچ اور گھر کا خرچ لکھوایا جاتا ہے۔
37-باگ کی رسم ہوتی ہے۔
38-دلہن ہزاروں کے قیمتی تحائف لے کر دولہا کو بیڈ پر بیٹھنے کی اجازت دیتی ہے۔
39-شادی کے بعد 7 دن تک دولہا دلہن کے گھر گزارتا ہے، جسے ستواڑا کہتے ہیں۔
40-شادی کے اگلے دن دولہا اکیلا مٹھائی لے کر ساس سسر کے پاس جاتا ہے اور ناشتہ وہیں کرتا ہے۔
41-لڑکی اور لڑکے کے رشتہ داروں کے لیے کپڑے لے کر جاتے ہیں۔
42-بھاجی تقسیم کرتے ہیں۔
43-برات سے پہلے ہی دعوتِ طعام کردیتے ہیں۔ ولیمہ نہیں کرتے۔
44-وٹہ سٹہ کی رسم پائی جاتی ہے۔
45-بہنیں بھائیوں کی شادی پر لاگ مانگتی ہیں۔
46-برات پہنچنے پر لڑکی والے گاؤں کی دوسری لڑکیوں کو دولہے کی طرف سے پیسے دیتے ہیں۔
47-رخصتی کے دوسرے دن دلہن والے دولہا کے گھر ناشتہ لے کر جاتے ہیں۔
48-دولہا کی والدہ کو سونے کا کوئی زیور دیا جاتا ہے۔
49- روانگی برات کے وقت لڑکے مسجد یا دربار پر سلام کر کے جاتے ہیں۔
50- جب لڑکے والے دن رکھنے جاتے ہیں تو دومن بتاشے لے کر جاتے ہیں۔
51-بموقع نکاح دولہے کو کلمہ پڑھوایا جاتا ہے۔
52-برات کے وقت سورۃ یٰسین اور کچھ دوسری سورتیں لکھی ہوئی تقسیم کرتے ہیں۔
53-برات کے ساتھ مرحبا اور یارسول اللہ کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔
54-لڑکی کی شادی پر پیچھے کی طرف چاول پھینکے جاتے ہیں۔
55- سسرال پہنچ کر قرآن کے اندر پیسے رکھ دیے جاتے ہیں۔
56-مایوں کی رسم کی جاتی ہے۔
57-جائیداد کو اپنے خاندان میں رکھنے کے لیے لڑکی کی شادی قرآن کریم سے کروادی جاتی ہے۔
58-رشتہ آنے والی نسلوں سے مشروط کر لیتے ہیں۔
59-دولہا ماں اور ساس کے پاؤں کو ہاتھ لگاتا ہے۔
60- دولہا وفات پا جائے تو لڑکی کی ساری عمر شادی نہیں کرتی۔
61-دولہا کے دوست دولہا کی گاڑی کے آگے ناچتے ہیں۔
62-شادی کے موقع پر جو لوگ پیسے دیتے ہیں اُن کا حساب رکھتے ہیں تاکہ بعد میں واپس کریں۔
63-لڑکی پردہ کے بغیر رخصت کردیتے ہیں۔
64- لڑکے زرد رنگ کا سکارف پہن کر ڈانس کرتے ہیں۔
65-لڑکی رخصتی کے وقت ہاتھوں اور پاؤں سے چاول پھینکتی ہے۔

وفات سے متعلقہ بدرسوم

وفات پر بدعات اور رسومات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا ایک یہی طریق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچی فرمانبرداری کی جاوے۔ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔ کوئی مرجاتا ہے تو قسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں۔ حالانکہ چاہیے کہ مردہ کے حق میں دعا کریں۔ رسومات کی بجاآوری میں آنحضرت ﷺ کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت ﷺ کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 316)

میّت کے لیے صدقہ دینا اور قرآن شریف پڑھنا

سوال : کیا میّت کو صدقہ وخیرات اور قرآن شریف کا پڑھنا پہنچ سکتا ہے؟

جواب: ''میّت کو صدقہ خیرات جو اس کی خاطر دیا جاوے پہنچ جاتا ہے۔ لیکن قرآن شریف کا پڑھ کر پہنچانا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے۔ اس کی بجائے دعا ہے جو میّت کے حق میں کرنی چاہیے۔ میّت کے حق میں صدقہ خیرات اور دعا کا کرنا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی سنت سے ثابت ہے لیکن صدقہ بھی وہ بہتر ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے دے جائے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے ایمان پر مہر لگاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد5 صفحہ 1-2)

مردہ کی اسقاط

سوال : سوال ہوا کہ مُلّا لوگ مُردوں کے پاس کھڑے ہو کر اسقاط کراتے ہیں۔ کیا اس کا کوئی طریق جائز ہے؟

جواب: حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا ''اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔ مُلّاؤں نے ماتم اور شادی میں بہت سی رسمیں پیدا کر لیں ہیں۔ یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔''

(ملفوظات جلد3 صفحہ 228)

چہلم جائز ہے یا نہیں

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ چہلم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فرمایا: ''یہ رسم سنت سے باہر ہے۔''

(البدر 14 فروری 1907ء صفحہ 4)

میّت کے لیے فاتحہ خوانی

سوال : میّت کے لیے فاتحہ خوانی کے لیے جو بیٹھتے ہیں اور فاتحہ خوانی پڑھتے ہیں؟

جواب: ''یہ درست نہیں ہے۔ بدعت ہے۔ آنحضرت ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ اس طرح سب صف بچھا کر بیٹھتے اور فاتحہ خوانی کرتے تھے۔''

(ملفوظات جلد3 صفحہ 606)

فاتحہ خوانی

ایک صاحب نے عرض کی کہ میرا اللہ تعالیٰ سے معاہدہ تھا کہ جب میں ملازم ہوں گا تو اپنی تنخواہ میں سے آدھ آنہ فی روپیہ نکال کر اللہ کے نام پر دیا کروں گا اسی لیے جو کچھ مجھے ملتا ہے اسی حساب سے نکال کر کھانا وغیرہ پکا کر اس پر ختم اور فاتحہ وغیرہ پڑھوا دی جاتی ہے حضور کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

فرمایا ''مساکین وغیرہ کی پرورش کر دینی چاہیے یا اور کسی مقام پر۔ مگر فاتحہ خوانی کرانی یہ تو ایک بدعت ہے اسے نہ کرنی چاہیے۔''

(البدر 3 اپریل 1903ء صفحہ 83)

مرنے پر کھانا کھلانا

سوال ہوا کہ دیہات میں دستور ہے کہ شادی غمی کے

موقعہ پر ایک قسم کا خرچ کرتے ہیں کوئی چودھری مرجاوے تو تمام مسجدوں، درباروں اور دیگر کمیّوں کو بحصہ رسدی کچھ دیتے ہیں اس کی نسبت حضور علیہ السلام کا کیا ارشاد ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

''طعام جو کھلایا جاوے اس کا مردے کو ثواب پہنچ جاتا ہے گو ایسا مفید نہیں جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں خود کر جاتا۔ عرض کیا گیا حضور وہ خرچ وغیرہ کمیّوں میں بطور حق الخدمت تقسیم ہوتا ہے۔ فرمایا تو پھر کچھ حرج نہیں یہ ایک علیحدہ بات ہے کسی کی خدمت کا حق تو دے دینا چاہیے۔ عرض کیا گیا کہ اس میں فخر و ریاء تو ضرور ہوتا ہے یعنی دینے والے کے دل میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ مجھے کوئی بڑا آدمی کہے۔ فرمایا بہ نیت ایصال ثواب تو وہ پہلے ہی وہ خرچ نہیں حق الخدمت ہے بعض ریاء شرعاً بھی جائز ہیں مثلاً چندہ وغیرہ نماز باجماعت ادا کرنے کا جو حکم ہے تو اسی لیے کہ دوسروں کو ترغیب ہو۔ غرض اظہار و اخفاء کے لیے موقع ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شریعت سب رسوم کو منع نہیں کرتی اگر ایسا ہوتا تو پھر ریل پر چڑھنا تار اور ڈاک کے ذریعے خبر منگوانا سب بدعت ہو جاتے۔''

(البدر 17 جنوری 1907ء صفحہ 4)

قبر پکّی بنانا

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میرا بھائی فوت ہو گیا ہے میں اس کی قبر پکی بناؤں یا نہ بناؤں؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر نمود اور دکھلاوے کے واسطے پکی قبریں اور نقش و نگار اور گنبد بنائے جائیں تو یہ حرام ہے لیکن خشک ملّا کی طرح یہ کہا جائے کہ ہر حالت اور ہر مقام میں پکی ہی اینٹ لگائی جائے تو یہ بھی حرام ہے۔ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔** عمل نیت پر موقوف ہے۔ ہمارے نزدیک بعض وجوہ میں پکی کرنا درست ہے مثلاً بعض جگہ سیلاب آتا ہے بعض جگہ قبریں سے میّت کو کتے اور بجّو وغیرہ لے جاتے ہیں۔ مردے کے لیے یہی ایک عزت ہوتی ہے۔ اگر ایسی وجوہ پیش آجائیں تو اس حد تک نمود اور شان نہ ہو بلکہ صدمہ سے بچانے کے واسطے قبر کا پکا کرنا جائز ہے۔ اللہ اور رسول نے مومن کی لاش کے واسطے بھی عزت رکھی ہے۔ ورنہ عزت ضروری نہیں تو غسل دینے، کفن دینے، خوشبو لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ مجوسیوں کی طرح جانوروں کے آگے پھینک دو۔ مومن اپنے لیے ذلت نہیں چاہتا۔ حفاظت ضروری ہے۔ جہاں تک نیت صحیح ہے خدا تعالیٰ مواخذہ نہیں کرتا دیکھو مصلحت الٰہی نے یہی چاہا کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی قبر پختہ گنبد ہو اور کئی بزرگوں کے مقبرے پختہ ہیں مثلاً نظام الدین، فرید الدین، قطب الدین، معین الدین رحمۃ اللہ علیہم''

(الحکم 17 مئی 1901ء صفحہ 12)

ختم وغیرہ کے متعلق ایک سوال

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن کو ناپاک باتوں سے ملا کر پڑھنا بے ادبی ہے وہ تو صرف روٹیوں کی غرض سے مُلّاں لوگ پڑھتے ہیں۔ اس ملک کے لوگ ختم وغیرہ دیتے ہیں تو مُلّاں لوگ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں کہ شوربا اور روٹی زیادہ ملے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ یہ کفر ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 158)

مردے کے لیے دعا یا صدقہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

''اس ترقی کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ جب مثلاً ایک شخص ایمان اور عمل کی ادنیٰ حالت میں فوت ہو جاتا ہے تو تھوڑی سی سوراخ بہشت کی طرف اس کے لیے نکالی جاتی ہے۔ کیونکہ بہشتی تجلی کی اس قدر اس میں استعداد موجود ہوتی ہے۔ پھر بعد اس کے اگر وہ اولاد صالح چھوڑ کر مرا ہے جو جد و جہد سے اس کے لیے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور صدقات و خیرات اس کی مغفرت کی نیت سے مساکین کو دیتے ہیں یا اسے ایسے کسی اہل اللہ سے اس کی محبت تھی جو تضرعات سے جناب الٰہی سے اس کی بخشش چاہتا ہے یا کوئی ایسا کوئی خلق اللہ کے فائدہ کا کام وہ دنیا میں کر گیا ہے جس سے بندگانِ خدا کو کسی قسم کی مدد یا آرام پہنچا ہے تو اس خیر جاری کی برکت سے وہ کھڑکی اس کی جو بہشت کی طرف کھولی گئی دن بدن اپنی کشادگی میں زیادہ ہوتی جاتی ہے اور سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ کا منشاء اس کو اور بھی زیادہ کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ کھڑکی ایک بڑا وسیع دروازہ ہو کر آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ شہیدوں اور صدیقوں کی طرح وہ بہشت میں ہی داخل ہو جاتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بات شرعاً اور انصافاً و عقلاً بے ہودہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ اب اور ثواب اور اعمال صالح کی بعض وجوہ اس کے لیے کھلی رہیں مگر پھر بھی وہ کھڑکی جو بہشت کی طرف اس کے لیے کھولی گئی ہے ہمیشہ اتنی کی اتنی ہی رہے جو پہلے دن کھولی گئی تھی۔''

(ازالہ اوہام صفحہ نمبر 285)

میّت کے لیے قُل

سوال : میّت کے قل جو تیسرے دن پڑھے جاتے ہیں ان کا ثواب اسے پہنچتا ہے یا نہیں۔ ؟

جواب: ''قل خوانی کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔ صدقہ، دعا اور استغفار میّت کو پہنچتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ملانوں کو اس سے ثواب پہنچ جاتا ہے۔ سو اگر اسے ہی مردہ تصور کر لیا جاوے اور واقعی ملّا لوگ روحانیت سے مردہ ہی ہوتے ہیں تو ہم مان لیں گے۔ ہمیں تعجب ہے کہ یہ لوگ ایسی باتوں پر امید کیسے باندھ لیتے ہیں۔ دین تو ہم کو نبی کریم ﷺ سے ملا ہے۔ اس میں ان باتوں کا نام تک نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فوت ہوئے کیا کسی کے قل پڑھے گئے۔ صدہا سال کے بعد اور بدعتوں کی طرح یہ بھی ایک بدعت نکل آئی ہوئی ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 605)

میّت کے صدقے کے متعلق

سوال : ایک شخص نے سوال کیا کہ میّت کے ساتھ جو لوگ روٹیاں پکا کر یا اور کوئی شے لے کر باہر قبرستان میں لے جاتے ہیں اور میّت کو دفن کرنے کے بعد مساکین میں تقسیم کرتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

فرمایا: ''سب باتیں نیت پر موقوف ہیں اگر یہ نیت ہو کہ اس جگہ مساکین جمع ہو جایا کرتے ہیں اور مردے کو صدقہ پہنچ سکتا ہے ادھر وہ دفن ہو، ادھر مساکین کو صدقہ دے دیا جاوے تا کہ اس کے حق میں مفید ہو اور وہ بخشا جاوے تو یہ ایک عمدہ بات ہے لیکن اگر صرف رسم کے طور پر یہ کام کیا جاوے تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا ثواب نہ مردے کے لیے اور نہ دینے والوں کے واسطے اس میں کچھ فائدے کی بات ہے۔''

(البدر 16 فروری 1906ء صفحہ 2)

مُردہ کی فاتحہ خوانی

سوال: کسی کے مرنے کے بعد چند روز لوگ ایک جگہ جمع رہتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ فاتحہ خوانی ایک دُعا مغفرت ہے۔ پس اس میں کیا مضائقہ ہے؟

جواب: فرمایا ''ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہاں سوائے غیبت اور بے ہودہ بکواس کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ پھر یہ سوال ہے کہ آیا نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام و ائمہ عظام میں سے کسی نے یوں کیا۔ جب نہیں کیا تو کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی۔ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ اس رسم کی کچھ ضرورت نہیں۔ نا جائز ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 214-213)

فاتحہ خوانی

ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ احمدی حضرات کسی غیر احمدی کی وفات پر جا کر فاتحہ خوانی کیوں نہیں کرتے؟

اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم ہر مسلمان کی وفات پر اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ ان کے گھر جاتے ہیں... فاتحہ خوانی جس کو آپ کہتے ہیں ہمیں اس فاتحہ خوانی کے لفظ سے اختلاف ہے۔ فاتحہ خوانی کی اصطلاح آنحضرت ﷺ یا خلفائے راشدین کے زمانے میں کہیں نہیں ملتی۔ ایک بھی حدیث آپ ایسی پیش نہیں کر سکتے۔ نہ قرآن کریم میں سے دکھا سکتے ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان دوسروں کے گھر جا کر جن کے گھر وفات ہوئی ہو ہاتھ اٹھا کر فاتحہ خوانی کی ہو۔ ہم آپ کو یہ سمجھاتے ہیں کہ اسلام میں نئی رسمیں نہ چلائیں۔ حضور اکرم ﷺ کا دین ہی کافی ہے۔ اسلام وہی حسین اسلام ہے جو سنّت سے ثابت ہے اس سے باہر جب بھی قدم رکھیں گے رسم و رواج میں پڑ جائیں گے۔

سوال کرنے والے نے کہا کہ ہمارے بزرگوں نے جو ہمیں بتایا۔ وہ زیادہ اسلام جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے کہ اس کی ابتدا کب اور کیوں ہوئی؟ اس میں نقص کیا ہے؟

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نقص یہی ہے کہ جو چیز سنت سے زائد ہو وہ اسلام نہیں ہے''۔

سوال کرنے والے نے پھر کہا کہ کیا ہمارے بزرگ غلط تھے؟

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم غلط تھے؟ کیا عجیب بات آپ کرتے ہیں۔ سوال کرنے والے نے پھر پوچھا کہ کیا یہ رسم ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں یہ رسم ہے۔ ہر وہ چیز جو سنت نہیں وہ رسم ہے۔ جو رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ رسم ہے۔ رسمیں اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور بُری بھی ہو سکتی ہیں لیکن سنت نہیں بن سکتیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب پرانے بزرگ ہندستان میں تشریف لائے تو وہاں بے انتہا جہالت تھی۔ ہندو مذہب کی وجہ سے بد رسوم بے حد رائج تھیں۔ زبان کے اختلاف کی وجہ سے اور دوسرے مسائل کی وجہ سے وہ کسی بہانے سے ان کو کم سے کم دینی تعلیم دینا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ سے کئی چیزیں نیک نیتی سے داخل ہوئی ہوئی ہیں لیکن بعد میں رسمیں بن گئیں۔ مثلاً سورۃ فاتحہ کا سکھانا اور فاتحہ کو بطور دعا کے پڑھانا۔

فرمایا: مجھے یقین ہے کہ اسی طرح انہوں نے شروع کیا ہو گا اور کہا ہو گا کہ جب تم کسی بزرگ کے لیے یا کسی فوت شدہ کے لیے دعا کرتے ہو تو چونکہ سورۃ فاتحہ کامل دعا ہے یہ چھوٹی سی دعا تم سیکھ لو، تمہیں عربی نہیں آتی یہ ہر جگہ کام آئے گی۔ اور نمازمیں بھی کام آئے گی۔ چنانچہ کم علمی کی بناء پر ہندوؤں کی تعلیم و تربیت کی خاطر ہمارے صوفیاء اور بزرگوں نے یہ طریق اختیار کیا اور جب اسلام زیادہ پھیل گیا۔ جب اسلام کی تعلیم عام اور روشن ہو گئی تو ان کو سنت کی طرف واپس لے جاتے اور یہی کوشش ہم کر رہے ہیں۔ اس کے سوا چالیسواں ہے، گیارہویں ہے، شیرینیاں بانٹنا ہے، وفات کے بعد کھیریں تقسیم کرنا ہے، کھانے دینے ہیں۔ اتنے جھگڑے ہیں جن کا کوئی وجود قرونِ اولیٰ کے اسلام میں نہیں ملتا۔ اور یہ تو جذباتی بات ہے کہ ہمارے بزرگ غلط نہیں ہو سکتے۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسے قرآن کریم بار بار کہتا ہے کہ اسلام کے مخالف یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہمارے بزرگ غلط تھے۔ قرآن فرماتا ہے کہ تمہارے بزرگ کیوں غلط نہیں ہو سکتے۔ صرف وہی غلط نہیں جس پر الہام نازل ہوتا ہے۔ وہی درست ہوتا ہے جس کو خدا روشنی عطا فرماتا ہے۔ اس میں اختلاف کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آتی۔ مَیں تو آپ کو یہ پیغام دیتا ہوں اور جماعت احمدیہ یہ پیغام دیتی ہے کہ ہمارے لیے سنت کافی ہونی چاہیے کیونکہ سنت میں مذہب کی تکمیل ہو گئی۔ حسن کامل میں نہ اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ اس میں کمی ہو سکتی ہے۔ اس لیے بعد کی رسموں نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام سے رفتہ رفتہ ہم دور اس لیے گئے ہیں کہ بعد میں جو رسمیں جاری کی گئیں خواہ نیک نیّتی سے جاری کی گئی تھیں ہم ان کو خالی برتنوں کی طرح لے کر بیٹھ گئے ہیں۔ اس لیے رسم و رواج سے باہر نکلیں سنت کو قائم کریں۔ قرونِ اولیٰ کے اسلام کی طرف واپس جائیں۔ بیاہ شادی میں سادگی (اختیار) کریں۔ موت اور تدفین میں سادگی کریں۔ یہ سارے بوجھ آپ سے اتر جائیں گے جو بلاوجہ پڑے ہوئے ہیں۔

فرمایا: رسول اکرم ﷺ کی سنّت تھی کہ نماز جنازہ پڑھتے تھے اور دعا کرتے تھے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے تھے۔ ہم بھی یہی کرتے ہیں۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

سوال کرنے والے دوست نے کہا کہ فاتحہ خوانی تو ہے ہی دعا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ دعا کی خاطر سورۃ فاتحہ ہم بھی پڑھ لیتے ہیں لیکن مَیں تو رسم کے خلاف ہوں۔ جب کہیں تعزیت کے لیے جاتے ہیں اور مَیں کئی دفعہ گیا ہوں۔ ایک آدمی ہاتھ اُٹھاتا ہے۔ سارے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں۔ یہ کوئی فاتحہ خوانی ہے؟ یہ غلط طریقہ ہے۔ فاتحہ کی دعا معنی خیز ہے۔ دعا میں دل حرکت کرتا ہے تو دعا قبول ہوتی ہے۔ دعا کوئی رسم تو نہیں۔ فاتحہ کے معنی آنے چاہئیں۔ انسان سوچ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی صفات میں ڈوب کر اس سے **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** کی التجا کرے۔ اس پہلو سے دعا کے طور پر فاتحہ پڑھنا ہرگز منع نہیں۔ لیکن یہ جو رسم بنی ہوئی ہے کہ ضرور پڑھو اور دیکھا دیکھی پڑھو اور جب بھی کوئی آدمی جائے تو ایک آدمی ہاتھ اُٹھائے سارے اُٹھا لیں۔ یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ اس کی اسلام میں کوئی سند نہیں۔ یہ اسلام کے ساتھ تمسخر ہے۔ اس لیے ہم آپ سے یہ گذارش کرتے ہیں کہ ہم سے ناراض ہونے کی بجائے آپ اپنی اصلاح کریں۔ آخر اس دین میں حرج کیا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عملاً کر کے دکھایا تھا۔ وہ ہمارے لیے کیوں کافی نہیں ہونا چاہیے۔''

(ماہنامہ اخبار احمدیہ لندن اپریل 1992ء صفحہ 4 بحوالہ ماہنامہ مصباح جولائی، اگست 2009ء صفحہ 108 تا 110)

ختم یا قُل وغیرہ کا کھانا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا ''**ہمارے ہمسائے ختم یا قُل وغیرہ کرواتے ہیں اور کھانے پینے کی چیزیں وہ اس طرح تقسیم کرتے ہیں بقول ان کے کہ نہ تو وہ صدقہ ہوتے ہیں نہ**

خیرات۔ نہ ہی اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر وہ چیزیں پکائی جاتی ہیں۔ان حالات میں ان اشیاء کو قبول کر کے کھالینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟"

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: "یہ تو بڑا خطرناک اور لپیٹ کر کیا ہوا سوال ہے۔اس کے اندر ایسے نکات ہیں کہ ان کو نظر انداز کریں گے تو کوئی قسم کی جماعت میں رسمیں پھیل جائیں گی۔ہم نے ان رسوم کے خلاف جہاد کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔یہ جتنی رسمیں آپ نے بیان فرمائی ہیں یہ تمام وہ ہیں جن کا کوئی وجود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا۔نہ آپ کے خلفاء کے زمانہ میں تھا۔خلفاء راشدین کے زمانہ میں۔ نہ ان صدیوں میں پایا جاتا ہے جو روشن صدیاں ہیں۔پس یہ کہنا کہ کھانا خدا کے سوا کسی اور کے لیے نہیں کیا جارہا اس لیے حرام نہیں ہے یہ الگ بات ہے، حرام حلال کی بحث کو سردست ایک طرف رکھیں یہ سوال ہے کہ کیا ان رسموں کے خلاف جماعت احمدیہ نے جہاد کرتے رہنا ہے یا چھوڑ دینا ہے۔اگر جہاد کرنا ہے تو ان کا کھانا کھا کر اس جہاد کے خلاف پھر کوشش شروع کرنے والی بات ہوجائے گی۔اب یہ جہاد سے متصادم رجحانات پیدا کرنے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوگا۔اب ایک طرف وہ ان کو کہیں گے کہ بہت بری بات ہے۔دوسری طرف اس بری بات کے نتیجہ میں آپ کو کھانے کو کچھ مل جائے تو کھالیں۔یہ بہت گھٹیا بات ہے۔آپ ان سے کہیں کہ ہم اس وجہ سے اس کو جائز نہیں سمجھتے۔مناسب نہیں سمجھتے کہ آنحضرت ﷺ کے قائم کردہ معاشرہ میں ان چیزوں کو وجود نہیں تھا۔ہمیں دین کی پاکیزہ نورانی اصلیت کی طرف لوٹنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ غیر اللہ کے نام پر نہیں ہے جبکہ بسا اوقات ہوتا ہے اور وہ تفریق کرنا احمدیوں کے لیے عامۃ الناس کے لیے بہت مشکل ہوجائے گا۔اس لیے ویسے بھی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ لیکن اگر وہ غیر اللہ کے نام پر نہیں ہے تو آپ کو حرام کہنے کا حق نہیں ہے۔یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ان کو کھول کر سمجھ لیں۔ان باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔جو شرطیں آپ نے بیان کی ہیں اگر وہ واقعۃً درست ہیں، سو فیصدی درست ہیں، ان میں شک ہے کہ یہ درست ہیں۔کیونکہ اکثر اوقات مجھے پتا ہے کہ بعض پیروں فقیروں کے نام پر چڑھایا جاتا ہے جو غیر اللہ کی طرف چیزیں بھیجنے کے مترادف ہے۔ان کی رضا کی خاطر نہ کہ اللہ کی رضا کے لیے تو اس لیے اس بحث کو چھوڑتے ہوئے اگر یہ درست ہے تو ایسے کھانے کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔مگر عقل کے خلاف ہے اس کو قبول کر کے کھانا۔کیونکہ آپ نے جو پاک غرض کی خاطر ایک مہم شروع کی ہے۔دین کو ہر پہلو سے اس کی اصلیت کی طرف لوٹا کر اسی کے مطابق دین پر عمل کیا جائے۔یہ اس مہم کی روش کے اس کے رُخ کے خلاف بات ہوگی۔"

(مجلس عرفان 4 نومبر 1994ء۔
روزنامہ الفضل 4 دسمبر 2002ء)

Morden Motor(UK)
Specialists in
Electrical & Mechanical
Repairs & Diagnostics, Servicing, Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box, Breaks, MOT Failure work, A-C
All Makes & Models
Rear 22-26 Morden Hall Road, Unit 2 Morden **SM4 5JF**
Contact: Nusrat Rai@ 07809119621
E: mordenmotor@yahoo.com

مُردہ پر نوحہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات زبان پر لانا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں اختیار کرلیں۔کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لیے یہ حکم قرآن شریف میں ہے کہ صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہیں یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں۔اسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے لے اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ کرے شیطان ہے۔ برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلانا رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہوگیا ہے یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیے۔"

(فتاویٰ حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 103 بحوالہ فقہ احمدیہ صفحہ 264)

وفات کے موقع پر غیر احمدی مسلمانوں میں رائج بعض دیگر رسومات

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے پاکستان کے مختلف علاقوں میں وفات سے متعلقہ پائی جانے والی رسوم کا جائزہ منگوایا۔موصول ہونے والی رسوم کی فہرست ذیل میں درج کی جارہی ہے تاکہ ہم ان سے آگاہی حاصل کر کے بچنے کی بھرپور کوشش کریں۔ان میں سے بعض رسمیں بعض علاقوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض ملک گیر سطح پر پائی جاتی ہیں۔

1- میّت پر بہت زیادہ رویا جاتا ہے۔ چیخ چلا کر ماتم کیا جاتا ہے۔

2- سوئم کی رسم کرتے ہیں۔

3- دسویں کی رسم کرتے ہیں۔

4- ہر جمعرات کو دیگ پکاتے ہیں۔

5- نیاز کرتے ہیں۔

6- وفات کے ایک سال تک گھر میں کسی قسم کی خوشی نہیں مناتے۔

7- بیوہ عورتوں کی شادی نہیں کی جاتی۔

8- رسم اوچھاڑ پائی جاتی ہے۔جس میں 7 کپڑے دیے جاتے ہیں۔ کچھ اوپر ڈال دیتے ہیں کچھ ساتھ رکھ دیتے ہیں۔ یا اس کے گھر والوں کو اتنی رقم دیتے ہیں۔ یہ اوچھاڑ دفنانے کے بعد کمہار کے سپرد کردیتے ہیں۔اور وارث کے پاس رہتی ہے۔

9- وفات کے بعد تین دن لوگ آتے رہتے ہیں۔فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور نیوندرا بھی لکھواتے ہیں۔

10- دفنانے کے بعد اگلی صبح قبر پر جا کر قرآن خوانی کرتے ہیں۔

11- مرنے والے کی بیوہ 4 ماہ 10 دن تک نہ کسی کی شکل دیکھے گی نہ گھر سے باہر نکلے گی۔

12- مرنے کے بعد پہلا جمعہ پھر کئی جمعراتیں مولوی صاحب کو خیرات بھجوائی جاتی ہے۔جسے ارواح دینا کہتے ہیں۔

13- کئی روز تک مولوی مرنے والے کے گھر جا کر درود شریف پڑھتا ہے۔اور ان کے کھانے پر ارواح بھیجی جاتی ہیں۔

14- ستواں اور دسواں کے موقع پر طالب علم آ کر قرآن خوانی کرتے ہیں۔

15- مرنے والے کے گھر پہلی عید یا پہلے محرم کے بعد دوبارہ وہی وفات کی رسومات ہوجاتی ہیں۔

16- اس کے گھر والے کئی سال تک کسی شادی میں شریک نہیں ہوتے۔شادی کی روٹی اُن کے گھر پہنچائی جاتی ہے۔

17- محرم کی آٹھ تاریخ کو قبروں کی لپائی کرتے ہیں۔

18- ہر جمعرات کو قبر پر اگربتیاں اور دیے جلاتے ہیں۔

19- وفات کی برسی مناتے ہیں۔

20- شب برات کو قبرستان میں چراغاں کرتے ہیں۔

21- قل خوانی میں رشتہ دار دوست احباب نیوندرا کی شکل میں پیسے دیتے ہیں۔قُل خوانی کے موقع پر مصلّے، تسبیح، لوٹا، کپڑے، برتن وغیرہ مولوی کو دیتے ہیں۔سات رنگ کے فروٹ اور دودھ کا گلاس ارواح دی جاتی ہیں تاکہ میّت کے پاس یہ چیزیں پہنچ جائیں۔

22- گیارہویں شریف، پیر عبدالقادر جیلانیؒ کی یاد میں دودھ اور مختلف قسم کے کھانے پکا کر تقسیم کئے جاتے ہیں۔

23- جنازہ پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ مل کر دعا کرتے ہیں۔پھر میّت کو قبر میں ڈالنے کے بعد پتھر یا مٹی کے ڈھیلے پر قل شریف پڑھ کر کمہار کو دے دیتے ہیں کہ میّت کے چہرے کے پاس رکھ دیے جائیں۔اور ایک عہد نامہ میّت کے دائیں طرف لکڑی میں پھنسا کر دیوار میں لٹکایا جاتا ہے یا کفن کے اندر میّت کے سینے پر رکھا جاتا ہے۔ قبرستان سے باہر آ کر ایک شخص اذان دیتا ہے۔

24- اہل تشیع قبر میں جب میّت کو اتارتے ہیں تو شیعہ ذاکر میّت کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر مجلس کرتا ہے۔ پھر سرہانے کی طرف آجاتا ہے۔میّت کے سینے پر کفن کے اندر عہد نامہ اور علَم رکھتے ہیں۔قبر تیار کر کے دعا اور پھر رسمی طور پر گھر آ کر خیرات کی جاتی ہے۔قُل خوانی کے لیے امام باڑوں میں مجلس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔اور اعلان ہوتا ہے کہ قُل خوانی کا کھانا میّت کے مکان پر جا کر کھائیں۔کھانا کھانے کے بغیر کسی نے نہیں جانا۔ اگر کھانا کھانے کی گنجائش نہیں تو پانچ منٹ اس کے گھر ضرور بیٹھے گا۔

25- وفات کے موقع پر جو لوگ تعزیت کرنے کے لئے آتے ہیں وہ ہاتھ اٹھا کر میّت کے لئے دعا مانگتے ہیں۔

26- میّت کو قبرستان لے جاتے وقت راستے میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔

27- میّت کے کان میں اڑھائی پارے پڑھ کر پھونکا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ مردے کی راہداری بنائی گئی ہے۔

28- قبروں کو سجدہ کیا جاتا ہے۔

29- کفن کے بعض حصوں پر قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں۔

30- فاتحہ خوانی کی مجلس میں کھجوروں کی گٹھلیاں رکھ دی جاتی ہیں۔انہیں گن گن کر ورد کیا جاتا ہے۔

31- چالیس دن تک مولوی کے گھر روٹی بھیجی جاتی ہے۔

32- لڑکی کا سسر یا ساس فوت ہونے پر لڑکی کے والدین لڑکی کو لاہا دیتے ہیں۔جو کہ کپڑوں یا نقدی کی صورت میں ہوتا ہے۔

33- جنازہ لے جانے کے وقت کلمہ شہادت پڑھا جاتا ہے۔جنازے کو بار بار روک کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے ہیں۔

34- قبر پر کمرہ بنا دیتے ہیں۔

35- اگر کوئی بڑی عمر کا فوت ہو تو اس کے لیے وڈّا کرنے کی رسم کرتے ہیں اس میں دیگر رشتہ دار اس میّت کی اولاد کے سوٹ لے کر جاتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں بزرگان وخدّام دین کی قدر و منزلت

از صفحہ 17

وصف نمایاں نظر آتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے غلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ ثانی سیدنا حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ میں بھی یہ خوبی نمایاں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی سابقین اور خدام دین کی بڑی قدر و منزلت تھی یہی وجہ ہے کہ آپؓ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو "سیدنا بلالؓ" کہہ کر پکارا کرتے تھے، السابقون الاوّلون کو مشاورت میں شامل کیا کرتے تھے اور انہیں اپنی مجالس میں بٹھایا کرتے تھے، اپنے آخری وقت میں بھی جو چند باتیں آپؓ نے وصیت کیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو مہاجرین اور انصار سے بہترین سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ (بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علیٰ عثمان بن عفّانؓ) غرضیکہ بہت سی ایمان افروز مثالیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کے اس پہلو سے ملتی ہیں صرف ایک مثال یہاں درج کی جاتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں تو آخر پر ایک عمدہ چادر باقی بچ گئی، آپ کے پاس جو لوگ اس وقت موجود تھے انہوں نے کہا امیر المومنین! یہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی (مراد حضرت اُمّ کلثوم بنت علیؓ) جو آپ کی زوجیت میں ہیں، اُن کو دے دیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں میں اُمّ سلیط رضی اللہ عنہا کو زیادہ حقدار سمجھتا ہوں کیونکہ وہ جنگ احد کے دن ہمارے لیے پانی بھر بھر کر لاتی تھیں۔ (بخاری کتاب المغازی باب ذکر ام سلیطؓ) سیدنا حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا بھی سابقون اور خدام دین کو دوسروں پر ترجیح دینا اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے، جہاں حضور رضی اللہ عنہ نے خود اس ضروری امر پر عمل کر کے دکھایا ہے وہاں جماعت کو بھی بارہا اس ضروری امر کی طرف توجہ دلائی ہے، "یہی اکسیر ہے اور کیمیا ہے" اس کا نچوڑ ہے۔ اس ضروری امر میں مسلمانوں کی ایک غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"..... لیکن یورپین مورخوں نے اس بات کا خیال رکھا ہے، وہ اپنی تاریخ لکھتے ہیں تو اپنے اسلاف کو اتنا بڑا کر کے دکھاتے ہیں کہ پڑھنے والے پر ان کی شخصیت کا رعب پڑتا ہے اور خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہمیں بھی ایسا ہی بننا چاہیے مگر مسلمان مورخ رسول کریم ﷺ اور خلفاء کے زمانہ کو چھوڑ کر تاریخ میں یہ دکھاتے ہیں کہ ہمارے اسلاف بڑے نکمے تھے۔عیسائیوں نے جو طریق اختیار کیا وہ درست ہے کیونکہ تاریخی طور پر جب تک آئندہ نسلوں پر یہ اثر نہ ڈالا جائے کہ تمہارے اسلاف کے یہ کارنامے ہیں اور ان کی یہ روایات ہیں اور تمہیں ان روایات کو محفوظ رکھنا ہے اس وقت تک تاریخ کا فائدہ نہیں مرتب ہوسکتا۔"

(الفضل 17/جولائی 1922ء صفحہ 5 کالم 2,3)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بزرگوں کو ادب سے یاد کرنا
یہی اکسیر ہے اور کیمیا ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دل میں بزرگان و خدّامِ دین کی قدر و منزلت

غلام مصباح بلوچ۔ استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا

سیدنا المصلح الموعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ وہ مبارک وجود ہیں جن کے بلند مقام و مرتبہ اور صفات حسنہ کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے الہام میں بیان فرمایا ہے، آپؓ کی سیرت کے کئی نمایاں پہلو ہیں جو آپ کی فطرتی نیک عادات اور خصائل کو ظاہر کرتے ہیں۔ انہی حسین پہلوؤں میں سے ایک آپؓ کے دل میں بزرگان اسلام اور خدّام دین کی قدر و احترام ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آغاز زندگی سے ہی خدمت دین کے جذبے سے سرشار تھے اور آپ کی ساری زندگی اس جذبے کو عملی رنگ میں ڈھالتے ہوئے گزری۔ قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطالعے سے آپ خدمت دین کی فرضیت، اس کی اہمیت اور اس کی ضرورت سے بخوبی واقف تھے اور اسی واقفیت کا نتیجہ تھا کہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے آپ اس منصوبہ بندی میں فکرانگیز رہتے کہ دین اسلام کی تبلیغ اور اس کی ترویج کو کیسے بہتر سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ جہاں حضورؓ خود خدمت دین کی بجا آوری میں کوشاں رہتے تھے وہاں آپؓ کی نظر ان لوگوں کو بھی نہایت پیار، محبت اور قدر سے دیکھتی تھی جو محض للہ اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو خدمت دین میں قربان کرتے۔ بلکہ ایمان کی لذت کے حصول کی شرائط میں ایک شرط آپؓ نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ السَّابِقُوْن اور خدّام دین کی محبت دل میں پیدا کی جائے، اسی نکتے کو حضور رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور نعت ”محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے“ کے آخری شعر میں یوں بیان فرمایا ہے ؎

بزرگوں کو ادب سے یاد کرنا
یہی اکسیر ہے اور کیمیا ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس سے بڑی مصیبت اور کوئی نہیں کہ ایک شخص کی محنت آبیاری کی کمی کے سبب سے برباد ہو جائے۔“ (الفضل 10 ر جولائی 1923ء صفحہ 2)

اس حقیقت کو جانتے ہوئے حضورؓ کے دل میں ہر اس شخص کے لیے محبت اور دعائیں تھیں جس نے کسی بھی طرح باغ اسلام کی آبیاری کی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں بھی خدمت دین کرنے والوں کے لیے بہت محبت و شفقت تھی اور حضورؑ ان ”اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ“ وجودوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا کرتے تھے پس ”وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا“ کے مطابق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ میں بھی یہ خوبی نمایاں تھی۔ مضمون ہذا میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت کے اسی پہلو کی بعض مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

اصحاب رسولؐ۔

اپنے پیاروں سے زیادہ پیارے

انبیاء کی جماعتوں میں انبیاء کی زندگی میں ایمان والے اور خدمت دین کرنے والے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ اس لحاظ سے سب سے آگے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات و تقاریر اصحاب رسولؐ کی بے شمار خدمات کے ذکر سے پُر ہیں، صحابہ کی دین کی خاطر قربانیوں کو دیکھ کر حضورؓ ہمیشہ اُن کا ذکر تازہ رکھتے کیونکہ آپؓ جانتے تھے کہ جن طریقوں سے صحابہ نے باغِ اسلام کی آبیاری کر کے اسے زندہ رکھا اور دنیا میں پھیلایا وہی طریقے آج کے دور میں زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ حضور رضی اللہ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”..... تو صحابہ میں ایسے ایسے نمونے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے دلوں میں ان کی عزت اپنے آباء واجداد سے بھی بہت زیادہ ہے۔ آباء واجداد میں نے زبان کے محاورہ کے طور پر کہا ہے ورنہ خدا کی قدرت نے مجھے ایک ایسے انسان کی نسل سے پیدا کیا ہے جو اپنے عملوں اور قربانیوں کے باعث پچھلے لوگوں سے فائق ہو گیا اور درمیانی رشتہ توڑ کر اپنے آقا محمد ﷺ سے براہ راست جا ملا۔ اس کو چھوڑ کر دادا اور اس سے اوپر کی تمام نسلوں کی تعریف میں اگر کتنے ہی بڑے بڑے قصائد پڑھے جائیں تو بھی ہمارے خوشی ظاہر کرنے والے اعصاب میں جنبش نہیں پیدا ہو سکتی لیکن اگر ان صحابہ کی تعریف کی جائے جو ہماری قوم اور ملک کے نہیں تھے مگر جو دین کی خدمات کے باعث ہمیں اپنے پیاروں سے زیادہ پیارے ہیں تو جسم میں خوشی کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔“

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 263)

صلحاء امت و بزرگان سلف کا احترام

صحابہ رسولؐ کے بعد سے لے کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت تک ایک لمبا زمانہ ہے جس میں مجدد دین، اولیاء کرام، محدثین و مفسرین و شارحین وغیرہ کے ہزاروں نام ہیں جنہوں نے ہر ممکن طریق سے دین اسلام کی خدمت کی ہے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے، حضورؓ جب بھی کسی کی خدمتِ دین کو دیکھتے تو اس کے لیے احترام کے جذبات رکھتے اور اُن کے حق میں دعا کرتے، اس کی مثالیں بھی حضورؓ کی کتب، خطبات و خطابات وغیرہ میں کئی ملتی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضورؓ کو علوم ظاہری و باطنی سے نوازا جس کی بنا پر آپؓ نے قرآن کریم کی تفسیر ”تفسیر کبیر“ مرتب فرمائی، اپنی اس بے نظیر تفسیر میں بھی آپؓ پہلے مفسرین کا ذکر خیر کیے بغیر نہیں رہتے اور فرماتے ہیں:

”پہلے مفسرین نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت بڑی خدمت قرآن کریم کی کی ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا..... جو محنت اور خدمت ان لوگوں نے کی ہے اللہ تعالیٰ ہی ان کی جزاء ہو سکتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ب)

تفسیر کے علاوہ قرآن کریم کی گرامر، جغرافیہ اور معجم وغیرہ پر کام کرنے والوں کو بھی قابل تحسین الفاظ میں یاد فرمایا ہے کہ اُن کی محنت نے آئندہ آنے والوں کو لمبی محنت و مشقت سے بچا کر قرآن پاک پر مزید کام کرنے کا کام آسان کر دیا ہے، مثلاً علامہ ابو البقاء عبد اللہ بن حسین العکبری (متوفّٰی 616ھ) کے متعلق حضورؓ فرماتے ہیں:

”علّامہ ابو البقاء نے اعرابِ قرآن کے متعلق اِمْلَاءُ مَا مَنَّ بِهِ الرَّحْمٰنُ لکھ کر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ب)

پھر ایک جگہ حضورؓ فرماتے ہیں:

”مصنف ارض القرآن نے مدین قوم کے مقام اور ان کے قومی حالات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، میں اس سے متفق ہوں اور ان کی محنت کی داد دیتا ہوں۔“

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 235۔ تفسیر سورۃ ہود آیت نمبر 85)

اسی طرح ”کلید قرآن“ لکھنے والے کو بھی بہت دعائیں دی ہیں۔

(الفضل 2 ر مئی 1962ء صفحہ 4 کالم 3,4)

اسلافِ امت کے انہی خدمت گزاروں کو دیکھتے ہوئے حضورؓ اپنی ایک دعائیہ نظم میں اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں ؎

پانی کر دے علومِ قرآں کو
گاؤں گاؤں میں ایک رازی بخش

اس شعر میں رازی سے مراد حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفّٰی 606ھ) معروف مفسر قرآن ہیں۔

موجودہ زمانے میں مغربی فلسفے اور غیروں کے بودے اعتراضات سے گھبرا کر مسلمانوں کا ایک طبقہ خود علم حدیث و تفسیر وغیرہ کو غیر مستند اور مضر سمجھ کر اس پر حملہ آور ہو گیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس لحاظ سے بھی دینی غیرت کا مظاہرہ کیا ہے اور بزرگانِ سلف کی حمایت میں ہمیشہ ایسے حملہ آوروں کو جواب دیے ہیں، 1926ء میں ایک صاحب مرزا احمد سلطان لکھنؤ نے کتب احادیث پر تنقید کرتے ہوئے کتب حدیث کو ”دشمنان رسول و معاندان امہات المؤمنین کے تحائف“ اور ”ہفوات امام بخاری“ قرار دے کر ایک کتاب ”ہفوات المسلمین“ لکھی، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر اس کتاب کا مفصل جواب لکھا، کتاب کے آغاز میں ہی حضورؓ نے تحریر فرمایا:

”چونکہ ہمارا رویّہ تقویٰ پر مبنی ہے اور اسلام کی محافظت اور اس کے خزائن کی نگرانی کا کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اس لئے میری غیرت نے برداشت نہ کیا کہ یہ کتاب بلا جواب کے رہے اور اسلام کے چھپے دشمن اسلام کے ظاہری دشمنوں کے ساتھ مل کر اس کے اندر رخنہ اندازی کرنے کا کام بلا روک ٹوک کرتے چلے جائیں۔“

(حق الیقین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 282)

اسی کتاب میں حضورؓ نے محدثین کے کام کو ”خدمتِ اسلام“ اور ”فوق العادت محنت“ قرار دے کر فرمایا:

”غرض یہ کہ احادیث کے مجموعہ سے اسلام کی ترقی میں اور روحانیت کی زیادتی میں بہت مدد ملی ہے.... اور جن لوگوں نے ان کو ضبط اور جمع کیا ہے وہ ہر یہی خواہ اسلام کے شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ۔“

(حق الیقین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 286)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایسے فلسفہ پسند اور مغربی کلچر کے دلدادہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فرائڈ کا ہے ذکر ہر اِک زباں پر
ہیں بھولے ہوئے اَب بخاری نسائی
ترے باپ دادوں کے مخزن مقفّل
ترے دل کو بھائی ہے دولت پرائی

....

اصحاب احمد کا احترام

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہوش سنبھالنے سے قبل ہی سلسلہ احمدیہ کا آغاز ہو چکا تھا لہٰذا آپؓ نے بچپن سے ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں کو قریب سے دیکھا اور اُن لوگوں کو بھی مشاہدہ کیا جو دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رہتے یا اپنی ملازمتوں سے وقت نکال نکال کر قادیان حاضر ہوتے، حضرت اقدس علیہ السلام نے ان سعید لوگوں کو اپنی کتاب ”فتح اسلام“ میں ”صدق سے بھری ہوئی روحیں“ قرار دیا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دل میں ان صدق سے بھری ہوئی روحوں یعنی اصحاب احمد کا بہت ہی احترام تھا جس کی چند مثالیں پیش ہیں:

بوجہ صحابی ہونے کے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھالیا

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ (وفات 15 : دسمبر 1963ء) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک حاضری کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

”..... فرمایا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہیں، صحابہ کا احترام ضروری ہے چنانچہ حضور نے ایک طرف ہو کر خاکسار کو چارپائی پر بٹھالیا۔“

(حیات قدسی جلد پنجم صفحہ 104,105)

مَیں تو انہیں شکلوں کو دیکھ کر جینا چاہتا ہوں

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ (وفات 13 ر جنوری 1957ء) ابتدائی صحابہ میں سے ہیں اور ابتداء سے ہی نہایت قابل رشک خدمات بجا لانے کی توفیق پائی، 1920ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر تبلیغ اسلام کے لیے امریکہ تشریف لے گئے، 1923ء میں حضور رضی اللہ عنہ نے حضرت مولوی محمد دین صاحب رضی اللہ عنہ (بیعت 1901ء - وفات: مارچ 1983ء) کو حضرت مفتی صاحبؓ کی جگہ امریکہ بھیجا، روانگی کے وقت جو نصائح تحریر فرمائیں ان میں لکھا:

”..... آپ وہاں جا رہے ہیں جہاں خدا کے رسول کا ایک پرانا خادم کام کر رہا ہے جس نے اُس وقت اس کا ساتھ دیا جس وقت آپ کے دل میں اس کی کوئی قدر نہ تھی، **مَیں اُسے اس لیے جلد بلوانا چاہتا ہوں کہ ایک ایک کر کے وہ پرانی صورتیں میرے سامنے سے ہٹ گئی ہیں یا ہٹا دی گئی ہیں، کچھ باقی ہیں مگر میری پیاس بجھانے کے لیے وہ کافی نہیں، مَیں تو انہیں شکلوں کو دیکھ کر جینا چاہتا ہوں جنہوں نے مسیح موعودؑ کے چہرہ میں اس وقت راست بازی کے آثار پائے جب دنیا اس کے چہرے کو جھوٹوں کا چہرہ قرار دیتی تھی۔** لوگ میری طرف دیکھتے ہیں حالانکہ میں تو اصلاح کے مقام پر کھڑا ہوں اور کون ہے جو مجھ سا دل رکھتا ہے، پہلے میرے جیسا بے کینہ دل لائے پھر میری طرح دوسروں کے نقص پر گرفت کرے، پہلے میرے مقام پر کھڑا ہو پھر کسی کے عیب کو پکڑے۔ میں تو کچھ کرتا ہوں محبت سے کرتا ہو، میرا غضب بھی محبت ہے اور میری ناراضگی بھی محبت ہے اور میری خفگی بھی محبت ہے کیونکہ میں رحمت میں پلا اور رحمت میں پرورش پائی اور رحمت مجھ میں ہو گئی اور مَیں رحمت میں ہو گیا۔“

(الفضل 25 ر جنوری 1923ء صفحہ 5,6)

حضرت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ کی قبر پر دعا کے لیے جانا

حضرت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ (وفات 15 نومبر 1918ء) بھی ابتدائی صحابہ میں سے ہیں، سیالکوٹ میں جماعت کے روح رواں تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بھرپور خدمت کی توفیق پائی اور خلافت احمدیہ کے بھی جری سپاہی بن کر نکلے۔ سیالکوٹ میں وفات پائی اور عارضی طور پر وہیں دفن ہوئے۔ اپریل 1920ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سیالکوٹ تشریف لے گئے، رات 8 بجے حضورؓ سیالکوٹ پہنچے، صبح ہوتے ہی فجر کی نماز کے بعد فرمایا چلو میر حامد شاہ صاحب کے مزار پر دعا کر آئیں۔ (الحکم 7 اپریل 1920ء صفحہ 2 کالم 3) حضرت میر حامد شاہ صاحبؓ کی میّت بعد ازاں بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کی گئی۔

دنیا کے لیے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہستیاں

اصحاب احمد میں ایک اور بڑا نام حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ (وفات 20 اگست 1941ء) کا ہے، قدیمی صحابی، اخلاص و وفا سے پُر، مطیع خادم غرضیکہ بہت خوبیوں والی شخصیت تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اگست 1941ء میں نہایت محبت بھرا اور جماعت کو صحابہ کے مرتبے کی قدر کرنے کی تلقین سے پُر ذکر فرمایا، حضور فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں ایسی ہستیاں ہیں کہ جو دنیا کے لیے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں.... یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ خطیب ہوں، یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ پھر پھر کر لوگوں کو تبلیغ کرنے والے ہوں، اُن کا وجود ہی لوگوں کے لیے برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتا ہے۔''

(خطبات محمود جلد نمبر 22 صفحہ 424-421)

مزید فرمایا:

''پس ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو یہ ہمارے لیے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے۔ بہر حال ان لوگوں کی قدر کرو، ان کے نقش قدم پر چلو۔''

(خطبات محمود جلد نمبر 22 صفحہ 436)

ہر صحابی روایات کا ایک رجسٹر ہوتا ہے اس بات کا احساس حضورؓ کو بہت پہلے سے تھا۔ چنانچہ مسند خلافت پر متمکّن ہوتے ہی 1915ء میں آپؓ نے حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب رضی اللہ عنہ (وفات 19 نومبر 1968ء) کو بلا کر انہیں قادیان میں موجود صحابہ کی روایات قلمبند کرنے کی ہدایت فرمائی جو بعد ازاں ''سیرت احمد'' کے نام سے شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ جماعت کو بھی صحابہ کے حالات محفوظ کرنے اور اخبارات میں شائع کرانے کی تحریک فرمائی، الحمد للہ کہ صحابہ کی روایات کا مجموعہ خواہ وہ ''سیرت المہدی'' کے نام سے ہو یا ''رجسٹر روایات صحابہ'' کے نام سے یا اخبارات میں شائع شدہ صحابہ کے حالات پر مبنی مضامین کی صورت میں، یہ سب کام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہی زیر احسان ہیں۔

صحابی ابن صحابی کے جنازہ کی اطلاع نہ دیے جانے پر اظہار ناراضگی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور ابتدائی چند صحابہ میں ایک نام حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب رضی اللہ عنہ (وفات 7 اکتوبر 1927ء) کا ہے جن کو 'سرخ سیاہی' کے نشان کا واحد گواہ ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جنوری 1950ء میں ان کے ایک بیٹے حضرت مولوی رحمت اللہ سنوری صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، جنازہ ربوہ لایا گیا، حضور رضی اللہ عنہ کو میت کی آمد کا تو علم ہو گیا لیکن جنازہ حضورؓ کو اطلاع دیے بغیر ادا کر کے تدفین کر دی گئی۔ اس معاملے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حضور رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 جنوری 1950ء میں فرمایا:

''مَیں اس امر پر اظہار افسوس کرنا چاہتا ہوں کہ پرسوں یہاں ایک پُرانے صحابی کا جنازہ آیا جس کے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب ترین صحابہ میں سے تھے اور آپ کے ایک بہت بڑے نشان کے حامل تھے لیکن یہاں کے کارکنوں نے ایسی بے اعتنائی اور غفلت برتی جو میرے نزدیک ایک نہایت شرمناک حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ جنازہ مہمان خانہ میں لایا گیا مگر کسی نے تکلیف گوارا نہ کی کہ وہ اس کی طرف توجہ کرے اور نہ ہی اس جنازہ کا مسجد میں اعلان کیا گیا۔ مَیں دوسرے دن دوپہر تک انتظار کرتا رہا کہ کوئی مجھے اطلاع دے اور مَیں نماز جنازہ پڑھاؤں لیکن کسی نے مجھے اطلاع نہ دی۔ جب دردؔ صاحب آئے تو انھوں نے مجھے بتایا کہ جنازہ کسی نے پڑھا دیا ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میری طرف سے یہ کہہ دیا گیا کہ مَیں بیمار ہوں اور جنازہ کے لیے باہر نہیں آ سکتا اِس لئے جنازہ پڑھا دیا جائے..... مَیں نے یہ کیس ناظر صاحب اعلیٰ کے سپرد کر دیا ہے اور تمام ایسے آدمیوں کو جنھوں نے یہ حرکت کی ہے سرزنش کی جائے گی.... **مَیں جماعت کو بدقسمت سمجھوں گا اگر وہ اپنی تاریخ سے ناواقف ہو جائے**..... مولوی عبداللہ صاحبؓ سنوری کی ہستی ایسی نہیں کہ جماعت کے جاہل سے جاہل اور نئے سے نئے آدمی کے متعلق بھی یہ قیاس کیا جا سکے کہ اسے آپ کا نام معلوم نہیں..... اُن کے لڑکے کا جنازہ مہمان خانہ میں پڑا رہا مگر کسی نیک بخت کو یہ نہیں سوجھا کہ وہ مساجد میں اعلان کرے کہ فلاں کا جنازہ آیا ہے، احباب نماز میں شامل ہوں۔''

(خطبہ جمعہ 13 جنوری 1950ء۔ تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 240,241)

حضور رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ کے بعد حضرت مولوی رحمت اللہ سنوری صاحبؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بحیثیت خلیفہ آپ کی ذات پر ذمہ داریوں کا بوجھ تھا اور کام کی بہت کثرت تھی جس کی وجہ سے ہر احمدی کے جنازہ میں شامل ہونا یا نکاحوں کا اعلان کرنا حضورؓ کے لیے بہت مشکل تھا لیکن انتہائی مصروفیات کے باوجود حضورؓ خادمین سلسلہ کے لیے وقت نکال لیتے اور کبار صحابہ کے جنازوں میں شامل ہوتے بلکہ بسا اوقات تدفین کے لیے بھی جاتے، حضرت میاں نظام الدین جہلمی رضی اللہ عنہ (وفات 30 اکتوبر 1939ء) کی وفات کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جنازے کے ساتھ بہشتی مقبرہ بھی تشریف لے گئے اور آپؓ کی تدفین تک قبر پر کھڑے رہے اور سب سے پہلے مٹی کی تین مٹھیاں بھر کر ڈالیں۔ (الفضل 5 نومبر 1939ء صفحہ 2 کالم 3)

طوالت سے بچنے کے لیے صرف مثالیں ذکر کر کے حضورؓ کی سیرت کے اس پہلو کے مختلف رنگ دکھائے جا رہے ہیں۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی رضی اللہ عنہ (وفات 28 جون 1944ء) کی بیماری میں ایک دفعہ عیادت کے لیے نصف گھنٹہ ہسپتال میں گزارا۔ (الفضل 17 جون 1937ء صفحہ 2) 1915ء میں جب حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ (وفات: اکتوبر 1947ء) بطور مبلغ ماریشس بھجوائے گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مختلف ہدایات پر مشتمل ایک تفصیلی خط ان کے نام تحریر فرمایا جس میں علاوہ اور باتوں کے راستہ میں حضرت سیٹھ عبدالرحمن مدراسی صاحب کو ملنے کی بھی ہدایت دی اور فرمایا:

''پھر مدراس سیٹھ صاحب کو ضرور ملیں، بہت بہت بہت سلام علیکم کہیں۔ کہہ دیں خدا تعالیٰ آپ پر آپ کے خاندان پر سلامتی نازل فرمائے، آپ ہم سے جسم کے لحاظ سے دور ہیں دل کے لحاظ سے بہت قریب۔''

(الحکم 7 مارچ 1915ء صفحہ 3 کالم 1)

چنانچہ حضرت صوفی صاحب حسب ہدایت مدراس پہنچے اور حضور کا پیغام پہنچایا۔

....

اختلافات کے باوجود غیر مبایعین کا احترام

آپؓ کی خلافت کے موقع پر جماعت کے ایک چھوٹے سے طبقہ نے بیعت سے انکار کر دیا اور علیحدہ راہ اختیار کر لی، افسوس کا پہلو یہ تھا کہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھرپور خدمت کا موقع پایا تھا لیکن اب پسر موعود کے جانشین چنے جانے کے اجماع پر اپنی اختلافی رائے کو ترجیح دی اور جماعت سے مفارقت کر لی، اس پر مستزاد یہ کہ اپنے آپ کو درست ثابت کرنے کے لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ بنیادی عقائد سے انحراف کیا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مبارک ذات پر بھی بے جا الزام لگائے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر احباب جماعت میں غم و غصہ ہونا ایک طبعی امر تھا، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات اور اپنی ذات پر لگائے جانے والے الزامات کے باوجود نہایت صبر اور اولوالعزمی سے احباب جماعت کو سختی سے ہدایت فرمائی کہ ہمارا کام علمی رنگ میں ان کے الزامات کا جواب دینا ہے ان کی ذات پر حملے نہیں کرنے کیونکہ آخر یہ سابقون میں سے ہیں اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں وہ قربانیاں دی ہیں جو بہرحال قابل قدر ہیں، حضورؓ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''سابقون کا ایک حق ہوتا ہے، اس حق کو ہماری جماعت نے بالکل نہیں سمجھا، خدا اس کی سزا سے اس کو بچائے۔ پیغامیوں کے جدا ہونے سے خیال کر لیا گیا ہے کہ ہر ایک جو بڑا ہے اُسے چھوٹا ہو جانا چاہیے، یہ ایک مرض ہے نہ معلوم اس کا انجام کیا ہو؟ اللہ رحم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ رحم کرے۔ بجائے پکڑنے کے آنکھیں دے اور بجائے گرفتار کرنے کے اصلاح کی توفیق دے۔ جب تک قدیم لوگ جنھوں نے انیس سو سے پہلے کے زمانہ میں دین اور سلسلہ کی خدمت کی ہے، عظمت اور قدر کی نگہ سے نہیں دیکھے جائیں گے اور جب تک وہ اپنے ایمان پر قائم ہیں اُن کی کمزوریوں کے باوجود ان کا ادب اور احترام نہ کیا جائے گا، وہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو گی جو مسیح موعود علیہ السلام نے پیدا کرنی چاہی تھی۔ نئے شاید انتظام اچھے کر دیں گے مگر وہ دل اچھے نہیں کر سکیں گے جو پہلوں کو نکال خود ان کی جگہ لینا چاہتے ہیں..... **پس سابقون کی محبت کو اپنے دل میں پیدا کریں اگر ایمان کی لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں**۔ کیا لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ وہ اس وقت خدا کے رسول کی تائید کر رہے تھے جب وہ اس کو جھوٹا سمجھتے تھے یا کم از کم اس کی مدد سے دست کش تھے۔ ہم اپنے بچہ کی جان کو بچانے والے کو اپنا سب کچھ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے لیکن خدا کے رسول کی حفاظت کرنے والے کے لیے کسی قربانی کے لیے تیار نہیں، یقیناً یہ بے ایمانی کی علامت ہے....''

(الفضل 25 جنوری 1923ء صفحہ 5,6)

اسی احترام کی وجہ سے حضورؓ نے باوجود اُن کی مخالفت کے اُن کا جنازہ غائب بھی پڑھا۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

''ایسے غیر مبایع جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں خدمت کی ہے اگر اب انہوں نے ہتک نہ کی ہو تو ہمارا فرض ہے کہ حضورؑ کی طرف سے ان کی خدمت کا آخری بدلہ جنازہ پڑھ کر دیں..... زندگی میں ہم ان سے دلائل سے لڑیں گے لیکن ان کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ سے یہی کہیں گے کہ یہ تیرے مسیح پر ایمان لائے تھے، ہمیں جو تکلیف ان سے پہنچی ہے وہ معاف کرتے اور تیرے حضور ان کے لئے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 231,232)

....

علاقہ ارتداد میں مجاہدانہ خدمات سرانجام دینے والوں کے نام نامۂ خوشنودی

1920ء کی دہائی میں علاقہ ملکانہ میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو شدھی کرنے کی تحریک نے زور پکڑا یعنی انھیں دوبارہ ہندو بنانے کا پروگرام بنایا گیا، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دینی غیرت و حمیت کے مطابق اس کام کی بندش کی خاطر فوراً اپنے مبلغین ان علاقوں میں بھجوائے جنھوں نے بڑے تنگ حالات میں تحریک شدھی کا مقابلہ کیا، اس میدان ارتداد میں خدمات سرانجام دینے والوں کے نام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خوشنودی نامہ میں تحریر فرمایا:

''..... ایسی سخت قوم اور ایسے نا مناسب حالات میں تبلیغ کرنا کوئی آسان کام نہیں اور ان حالات میں جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ اپنے نتائج کے لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ آپ لوگوں کے کام کی دشمن بھی تعریف کر رہا ہے اور یہ جماعت کی ایک عظیم الشان فتح ہے اور میری خوشی اور مسرّت کا موجب۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس کام کو قبول فرمائے۔ مَیں آپ لوگوں کے لیے دعا کرتا رہا ہوں اور انشاء اللہ دعا کرتا رہوں گا۔''

(الفضل 10 جولائی 1923ء صفحہ 2 کالم 3)

ان مبلغین کی قدر دانی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ میدان ارتداد میں کام کرنے والے ایک مبلغ حضرت مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والے رضی اللہ عنہ (وفات 19 جون 1994ء) جبکہ ابھی وہیں تھے کہ ان کی والدہ محترمہ پیچھے قادیان میں وفات پا گئیں، حضورؓ نے حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں حضورؓ کے دریافت فرمانے پر کہ فوت ہونے والی خاتون کون تھیں؟ جب بتایا گیا کہ حضورؓ! یہ مولوی محمد حسین صاحبؓ جو یُوپی میں تبلیغ کے لیے گئے ہوئے ہیں، کی والدہ تھیں تو حضورؓ نے فرمایا کہ اچھا وہ تو یہاں نہیں ہیں، مَیں خود ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ جنازہ ہونے کو ہی تھا کہ حضورؓ تشریف لے آئے اور جنازہ پڑھایا اور چند قدم کندھا بھی دیا۔ (میری یادیں حصہ اول صفحہ 230۔ از حضرت مولانا محمد حسین صاحبؓ

سبز پگڑی والے) اس کے علاوہ ساری دنیا میں تبلیغ کے جہاد اکبر کے لیے جانے والے مبلغین کو حضورؓ از راہ شفقت خود سٹیشن تک الوداع کرنے آتے اور آنے والے مبلغین کا استقبال بھی خود کرتے، تاریخ احمدیت میں اس کی کئی مثالیں رقم ہیں مثلاً حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب رضی اللہ عنہ کی لندن سے مراجعت پر استقبال کے لیے پیدل قادیان سے باہر تک تشریف لے گئے۔

(الفضل 26 اکتوبر 1928ء صفحہ 1)

1918ء میں مبلغین احمدیت کا ایک وفد عیسائیوں سے مباحثہ کے لیے بمبئی گیا، وفد کے قادیان سے رخصت ہوتے وقت باوجود اس کے کہ بارش ہو رہی تھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ از راہ شفقت خود انہیں باہر تک چھوڑنے آئے۔ (الحکم 14 اپریل 1918ء صفحہ 8)

مبلغین احمدیت کے ساتھ حضور رضی اللہ عنہ کو بہت محبت وشفقت تھی جس کے مختلف اظہار تھے، اسی اظہار کی دو خوبصورت مثالیں درج کی جاتی ہیں:

مبلغ اسلام کے گلے میں پھولوں کے پانچ ہار ڈالنے کا پیغام دینا

فروری 1933ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب رضی اللہ عنہ (وفات 7 دسمبر 1955ء) تبلیغ اسلام کے لیے دوبارہ انگلستان روانہ ہوئے، آپ کا یہ سفر بمبئی سے ہونا تھا چنانچہ ابھی آپ بمبئی میں ہی تھے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک تار حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحبؓ کو موصول ہوا کہ مبلغ انگلستان (حضرت درد صاحبؓ) سے حلف لیا جائے کہ وہ کسی بنی نوع انسان کے متعلق ill feelings کو اپنے دل میں جگہ نہ دے گا۔ علاوہ ازیں پانچ پھولوں کے ہار اُن کے گلے میں ڈالے جائیں۔

(الفضل 9 فروری 1933ء صفحہ 2)

حضرت مولانا فرزند علی خان صاحب امام مسجد فضل لندن کے لیے وضو کا پانی لانا

حضرت مولانا فرزند علی خان صاحب (وفات: 9 جون 1959ء) امام مسجد فضل لندن اپریل 1933ء میں انگلستان میں تبلیغ اسلام کے پانچ سال بعد قادیان تشریف لائے، حضورؓ ناسازیٔ طبع کے باوجود استقبال کے لیے تشریف لائے۔ آگے "یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے" کے مصداق نظارے کے متعلق اخبار الفضل لکھتا ہے:

"مصافحوں کے بعد خان صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر قصبہ میں تشریف لائے اور مسجد مبارک میں نفل ادا کیے۔ جب خان صاحب مسجد مبارک میں پہنچے تو شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کسی سے وضو کے لیے پانی لانے کو کہا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنفسِ نفیس اندر سے جا کر پانی کا لوٹا بھر لائے۔" (الفضل 13 اپریل 1933ء صفحہ 1)

مبلغین کرام میں بعض ایسے بھی ہیں جو میدان تبلیغ میں ہی اپنے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، ان کی تدفین ان ہی ملکوں میں ہوگئی لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان کی اعلیٰ خدمات کے پیش نظر ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور انہیں قابل تحسین الفاظ میں یاد فرمایا۔ حضرت حافظ عبید اللہ صاحب مبلغ ماریشس ابن حضرت حافظ مولوی غلام رسول وزیر آبادی صاحب رضی اللہ عنہ نے ماریشس میں ہی وفات پائی۔ حضورؓ نے خطبہ جمعہ 7 دسمبر 1923ء میں آپ کا تفصیلی ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

"پس وہ ہمارے شکریہ اور حمد کا مستحق ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی تعریف کریں ..... ہم مرنے والے کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ وہ شخص جس نے اس کام کو کرتے ہوئے جان دی، جس کا کرنا ہمارا فرض ہے، اگر ہم اس کی یہ چھوٹی سے چھوٹی خدمت بھی نہ کریں تو اس سے بڑھ کر کیا بخل ہو سکتا ہے اور ایسی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جو اپنے شہیدوں کو اعلیٰ اور عزت کا مقام نہیں دیتی۔"

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 262–264)

حضور رضی اللہ عنہ نے سب جماعتوں کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ میرا یہ خطبہ بھی ضرور پڑھ کر سنایا جائے۔ انہی جذبات کا اظہار حضور رضی اللہ عنہ نے ماریشس کے ایک اور شہید مبلغ حضرت حافظ جمال احمد صاحبؓ کی وفات پر بھی فرمایا۔

ایک خادم دین کی وفات کے عرصہ بعد تک اُسے یاد رکھنا

حضرت ماسٹر قاضی عبدالحق صاحب (وفات: 12 اگست 1916ء) موضع بوبک ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اپنے سکول سے ایک سال کی بلاتنخواہ رخصت لی اور قادیان چلے آئے اور فرمایا کہ دین کی خدمت کرنا میرے لیے ہزار ہیڈ ماسٹریوں سے بڑھ کر ہے۔ ایک سال ختم ہونے پر آپ نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور قادیان کے ہائی سکول میں سیکنڈ ماسٹر ہونا پسند کیا۔ آپ دن رات محنت سے کام کرنے کے عادی تھے۔ (الفضل 15 اگست 1916ء صفحہ 1,2) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 اگست 1916ء میں نہایت پیارے الفاظ میں آپ کی دینی خدمات کو سراہا۔ (خطبات محمود جلد 5 صفحہ 237,238) یہاں تک کہ آپ کی وفات کے آٹھ سال گزر جانے کے بعد بھی ایک موقع پر حضورؓ نے آپ کے متعلق فرمایا:

"ہمارے سلسلہ میں سے ماسٹر عبدالحق فوت ہوئے، ان کا ذکر کرتے وقت اب بھی مجھے رقت آ جاتی ہے حالانکہ ان کا ایک بیٹا بھی موجود ہے اور وہ ہنس ہنس کر ان کا ذکر کرلے گا لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا وہ کام کرتے تھے ایسا کام کرنے والا مجھے آج تک نہیں ملا، وہ زندگی وقف کر کے قادیان چلے آئے ہوئے تھے اور انگریزی میں ترجمہ کرنے کا کام اس تیزی سے کر سکتے تھے کہ میں اردو میں مضمون اتنی جلدی نہیں لکھ سکتا تھا۔"

(افراد سلسلہ کی اصلاح و فلاح کے لیے دلی کیفیت کا اظہار، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 8)

....

حرم اول کی عظیم قربانی کا ایمان افروز تذکرہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ازواج بھی خدمت دین میں پیش پیش تھیں اور ہر ایک نے عمدہ نمونہ پیش کرتے ہوئے جماعت کی خواتین کے لیے عمدہ مثالیں چھوڑی ہیں، یہاں صرف ایک مثال بیان کی جاتی ہے جو حرم اول حضرت اُمِّ ناصر سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا (وفات 31 جولائی 1958ء) نے اخبار الفضل کے اجراء کے موقع پر ظاہر کی، حضورؓ تحریر فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی، انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا... اپنے زیور مجھے دے دیے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں... الفضل اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے.... اُن کی یہ قربانی میرے دل پر نقش ہے، اگر ان کی اور قربانیاں اور ہمدردیاں اور اپنی سختیاں اور تیزیاں میں نظر انداز بھی کر دوں تو ان کا یہ سلوک مجھے شرمندہ کرنے کے لیے کافی ہے.... کیا ہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے، اس کی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے، لوگ اس دکان کو تو یاد رکھتے ہیں جہاں سے عطر خریدتے ہیں مگر اس گلاب کا کسی کو خیال نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا۔"

(یاد ایام، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 369,370)

....

چار تعلیم یافتہ بیٹے خدمت دین کے لیے وقف کرنے والے پر اظہار خوشنودی

حضرت ماسٹر محمد آسان صاحب رضی اللہ عنہ (ولادت 1889ء - وفات 25 اگست 1955ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) ولد حضرت سید محمود الحسن خان صاحب دہلوی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وقف کی تحریک پر لبّیک کہا اور اپنے چار تعلیم یافتہ بیٹے خدمت دین کے لیے وقف کر دیے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات پر اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 ستمبر 1955ء میں آپ کی دین کے لیے اس قربانی کو سراہتے ہوئے فرمایا:

"مَیں نے جب وقف کی تحریک کی تو گو سینکڑوں مالدار ہماری جماعت میں موجود تھے مگر اُن کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ اپنی اولاد کو خدمتِ دین کے لیے وقف کریں لیکن ماسٹر محمد حسن صاحب نے اپنے چار لڑکے اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیے.... مَیں سمجھتا ہوں ماسٹر محمد حسن صاحب آسان نے بھی ایسا نمونہ دکھایا ہے جو قابلِ تعریف ہے۔ وہ ایک معمولی مدرس تھے اور غریب آدمی تھے، انہوں نے فاقے کر کر کے اپنی اولاد کو پڑھایا اور اسے گریجوایٹ کرایا اور پھر سات لڑکوں میں سے چار کو سلسلہ کے سپرد کر دیا، اب وہ چاروں خدمتِ دین کر رہے ہیں اور قریباً سارے ہی ایسے اخلاص سے خدمت کر رہے ہیں جو وقف کا حق ہوتا ہے۔ اگر یہ بچے وقف نہ ہوتے تو ساتوں مل کر شاید دس بیس سال تک اپنے باپ کا نام روشن رکھتے اور کہتے کہ ہمارے ابا جان بڑے اچھے آدمی تھے مگر جب میرا یہ خطبہ چھپے گا تو لاکھوں احمدی محمد حسن صاحب آسان کا نام لے کر ان کی تعریف کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو یہ کیسا باہمت احمدی تھا کہ اس نے غریب ہوتے ہوئے اپنے سات بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور پھر ان میں سے چار کو سلسلہ کے سپرد کر دیا۔"

(خطبات محمود جلد 36 صفحہ 158۔ فضل عمر فاؤنڈیشن)

....

درویشان قادیان کا نام ہمیشہ تاریخ میں زندہ رکھا جائے گا

خدمتِ دین کرنے والوں میں ایک بہت بڑا نمونہ درویشان قادیان کا بھی ہے جنھوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑ کر قادیان میں ڈیرہ لگا لیا اور مرتے دم تک اس عہد کو نبھایا، حضورؓ کے دل میں ان مخلصین کی بھی بہت محبت تھی، حضورؓ درویشان قادیان کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو مَیں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں ..... آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چُنتا۔"

(ماہنامہ "الفرقان" اگست تا اکتوبر 1963ء صفحہ 5۔ درویشان قادیان نمبر)

....

جان خطرے میں ڈال کر جھنڈے کی حفاظت کرنے پر اظہار خوشنودی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریرات و خطبات وغیرہ میں احباب جماعت کو شعائر اللہ اور قومی شعائر کے احترام اور ان کی حفاظت کے لیے بھی بارہا تلقین فرمائی ہے، خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 اکتوبر 1942ء میں اسی مضمون پر بات کرتے ہوئے حضورؓ نے ایک خادم کی مثال پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا:

"....ابھی پچھلے دنوں خدام الاحمدیہ کا ایک جلسہ ہوا تھا.... اس میں ایک ایسے واقعہ کا مجھے علم ہوا جو ایک حد تک میرے لیے خوشی کا موجب ہوا اور میں سمجھتا ہوں جس نوجوان سے یہ واقعہ ہوا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کی تعریف کی جائے.... واقعہ یہ ہے کہ لاہور کے خدام جب جلسہ میں شمولیت کے لیے آ رہے تھے تو اس وقت جبکہ ریل سٹیشن سے نکل چکی تھی اور کافی تیز ہوگئی تھی ایک لڑکے سے جس کے پاس جھنڈا تھا ایک دوسرے خادم نے جھنڈا مانگا.... نتیجہ یہ ہوا کہ جھنڈا ریل سے باہر جا پڑا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ چھوٹا لڑکا جس کے ہاتھ سے جھنڈا گرا تھا فوراً نیچے کودنے لگا مگر وہ دوسرا لڑکا جس نے جھنڈا مانگا تھا اُس نے اسے فوراً روک لیا اور خود نیچے چھلانگ لگا دی۔ لاہور کے خدام کہتے ہیں ہم نے اسے اوندھے گرے ہوئے دیکھ کر سمجھا کہ وہ مر گیا ہے مگر فوراً ہی اٹھا اور جھنڈے کو پکڑ لیا اور پھر ریل کے پیچھے دوڑ پڑا۔ ریل تو وہ کیا پکڑ سکتا تھا بعد میں کسی دوسری سواری میں بیٹھ کر اپنے قافلہ سے آ ملا۔ میں سمجھتا ہوں اس کا یہ فعل نہایت ہی اچھا ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی تعریف کی جائے.... خدام الاحمدیہ سے ہمیشہ اس بات کا اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ شعائر اللہ کا ادب اور احترام کریں گے، اسی طرح قومی شعائر کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اس اقرار کو پورا کرنے میں لاہور کے اس نوجوان نے نمایاں حصہ لیا ہے اور میں اس کے اس فعل کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نوجوان کا نام مرزا سعید احمد ہے اور اس کے والد کا نام مرزا شریف احمد ہے۔"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 313–315)

یہ چند مثالیں ہیں سیرتِ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اس حسین پہلو کی کہ کس طرح آپ سابقین اور خادمین دین کو عزت واحترام سے دیکھتے تھے۔ گو کہ اس وصف کا احساس ہر متقی شخص میں موجود ہوتا ہے لیکن یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں بھی یہ

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

....

پیشگوئی مصلح موعود کا سابقہ نوشتوں میں ذکر

دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب تواتر کے ساتھ ایک موعود اقوام عالم کی بعثت کی خبر دیتے آئے ہیں اور اس کے متعلق بہت ساری علامات اور نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک علامت اس موعود اقوام عالم کے ہاں عظیم الشّان صفات کے حامل ایک بیٹے کی ولادت بھی ہے۔ روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 17 فروری 2012ء (مصلح موعودنمبر) میں مکرم لقمان احمد شاد صاحب کے قلم سے ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں گزشتہ نوشتوں میں درج پیشگوئیوں سے ایسے دلچسپ اقتباسات پیش کئے گئے ہیں جن میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش اور ترقیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔ (مشکوٰۃ مجتبائی باب نزول عیسیٰ بن مریم)

صاف ظاہر ہے کہ محض شادی کرنا اور اولاد کا ہونا کسی مامورمن اللہ کی صداقت کی دلیل نہیں بن سکتا۔ بلکہ حدیث کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس موعود کے ہاں غیرمعمولی صفات کی حامل اولاد کا ہونا مقدّر تھا جو اس کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان بننا تھا۔

☆ یہودی مذہب کی معروف کتاب طالمود میں لکھا ہے:

It is also said that he shall die, and his kingdom descend to his son and grandson.

(طالمود از جوزف بارکلے باب پنجم صفحہ 37 مطبوعہ لندن 1878ء)

ترجمہ: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) جب وفات پاجائے گا تو اس کی (روحانی) سلطنت اس کے فرزند اور پوتے کو ملے گی۔

اس پیشگوئی سے پتہ چلتا ہے کہ آنے والے مسیح آخرالزماں کے ہاں پیدا ہونے والے موعود بیٹے کے متعلق خبر سب سے پہلے بنی اسرائیل پر منکشف ہوئی۔

☆ ایران کے قدیم زرتشتی مذہب کے صحیفہ ''دساتیر'' میں مجدّد ساسان اوّل کی تحریر کردہ پیشگوئی پائی جاتی ہے جو اصل میں پہلوی زبان میں تھی اور بعد میں زرتشتی اصحاب نے اسے فارسی زبان میں نقل کیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

پھر شریعت عربی پر ہزار سال گزر جائیں گے تو تفرقوں اور اختلافات سے دین ایسا ہو جائے گا کہ اگر اسے خود شارع (نبیؐ) کے سامنے بھی پیش کیا جائے تو وہ بھی اسے پہچان نہ سکے گا۔.. اور ان کے اندر اختلافات و انشقاق پیدا ہوجائے گا اور روز بروز اختلاف اور باہمی دشمنی میں وہ بڑھتے چلے جائیں گے۔ جب ایسا ہوگا تو تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانے سے صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو تیرے لوگوں (فارسی الاصل) میں سے ایک شخص کو کھڑا کر دوں گا۔ جو تیری گمشدہ عزت و آبرو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا۔ مَیں تیری نسل سے پیغمبری و پیشوائی نہیں اٹھاؤں گا''۔

اس پیشگوئی کے آخری فقرہ کہ ''پیغمبری و پیشوائی از فرزندان تو برانگیزم'' میں یہ اشارہ ہے کہ موعودِ آخرزماں کی اولاد میں سے کوئی اس کا جانشین ہوگا۔

☆ بزرگان سلف کے بعض بزرگان و اولیاء نے بھی آنے والے موعود کے ہاں ایک غیرمعمولی صفات کے حامل فرزند کے تولّد کی خبر دی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی ایک روایت میں بھی اس پیشگوئی کا ذکر موجود ہے کہ:

پھر عیسیٰ ایک عورت سے شادی کریں گے اور اس کے بطن سے ایک عظیم بیٹا پیدا ہوگا۔

(معجم احادیث الامام المھدی)

☆ اسی طرح ''بحارالانوار'' میں ایک پیشگوئی درج ہے جس کا ترجمہ ہے کہ:

ایک آہنی مرد خروج کرے گا جو سیاہ جھنڈوں کو سرخ جھنڈوں میں تبدیل کر دے گا اور محرمات کو جائز قرار دے گا اور دودھ پلانے والی عورت کو معلقہ چھوڑ دے گا اور وہ کوفہ کو تباہ کرنے والی قوم سے تعلق رکھنے والا ہوگا۔ اس وقت خدا کے نبی امام مہدی کا بیٹا ظہور کرے گا۔

یہاں مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے ایک سوشلسٹ انقلاب کا ذکر ہے۔

☆ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی کشف کے ذریعے خدا سے اطلاع پا کر آنے والے مہدی کے فرزندِ عظیم کی خبر دی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

''ایک دن حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کسی جنگل میں مراقبہ فرمائے ہوئے بیٹھے تھے کہ ناگہاں آسمان سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے تمام عالم نورانی ہوگیا۔ یہ نور ساعۃً فساعۃً بڑھتا گیا اور روشن ہو گیا۔ اس سے امت مرحومہ کے اوّلین و آخرین اولیاء نے روشنی حاصل کی۔ حضرت نے تامّل فرمایا کہ اس مثال میں کسی صاحب کمال کا وجود باجود مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس نور کا صاحب تمام اُمّت کے اولیاء اولین وآخرین سے افضل تر ہے۔ پانسو سال بعد ظہور فرما کر ہمارے پیغمبرؐ کے دین کی تجدید کرے گا۔ جو اس کی صحبت سے فیضیاب ہوگا وہ سعادت مند ہوگا اس کے فرزند اور خلیفہ بارگاہ احدیت کے صدر نشینوں میں سے ہیں''۔ (حدیقہ محمودیہ)

☆ اُمّت مسلمہ کے مشہور صاحبِ کشف والہام حضرت نعمت اللہ ولیؒ کا ایک شہرۂ آفاق الہامی قصیدہ جس میں آنے والے امام مہدی کے ظہور کی خبریں دی گئی ہیں۔ حضرت سیّد اسماعیل شہیدؒ کی کتاب 'اربعین فی احوال المھدیین' میں درج ہے کہ اس قصیدے میں حضرت نعمت اللہ ولیؒ نے فرمایا ہے کہ اس قصیدہ کی بنیاد خدائے علیم وخبیر کے خالص الہام پر ہے اور اسی قصیدہ میں آپؒ نے مسیح و مہدی کے ہاں ایک ایسے فرزند کے تولّد ہونے کی خبر دی ہے جو عظیم صفات کا حامل ہوگا۔ چنانچہ آپ ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ جب مسیح موعود کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی وہ اپنے باپ کے رنگ میں رنگین ہوگا اور وہی صفات اپنے اندر رکھے گا۔

☆ پانچویں صدی ہجری کے ایک شامی بزرگ حضرت امام یحییٰ بن عقبؒ نے خداتعالیٰ سے اطلاع پا کر واشگاف الفاظ میں مصلح موعود کے نام تک کی خبر دے دی۔ چنانچہ ایک شعر میں فرماتے ہیں:

مسیح موعود کے بعد ان کا جانشین محمود ظاہر ہوگا جو ملک شام کو بلاقتال یعنی مادی جنگ کے بغیر فتح کرے گا۔

☆ اسی طرح سلسلہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ سید صدرالدینؒ نے بھی ایک نظم میں اس پیشگوئی کا ذکر کیا ہے کہ جب دین کا تاج محمود احمد کے سر پر پہنچایا جائے گا تو اس وقت ہر طرف مزدور نظر آئیں گے۔ (مزدوروں کی حکومت یعنی سوشلزم کی طرف اشارہ ہے)

☆ اس کے علاوہ کئی باکمال بزرگوں نے اس مصلح موعود کے ظہور کی خبر دی جن میں مولوی جلال الدینؒ اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اس آنے والے مصلح موعود کو کشفی آنکھ سے دیکھا اور خبر دی۔

اگرچہ مصلح موعود کی پیشگوئی اصولی شکل میں پہلے سے کتابوں میں درج تھی مگر اسے تفصیلات کے اعتبار سے اور کھول کر خداتعالیٰ نے پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع دی اور آپ پر اس عظیم الشان مصلح موعود کی جملہ صفات منکشف فرمائیں۔ جنہیں آپ نے 20 فروری 1886ء کے ایک اشتہار میں درج فرمایا۔

چنانچہ مندرجہ بالا پیشگوئیوں اور ان میں مذکور شرائط کے عین مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو خداتعالیٰ نے 12 جنوری 1889ء کو ایک عظیم الشان بیٹے سے نوازا جس کا نام پیشگوئیوں اور الہام الٰہی کی بنا پر مرزا بشیرالدین محمود احمد رکھا گیا جو حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور تقریباً باون (52) سال مسند خلافت احمدیہ پر متمکن رہے۔ آپ نے 1944ء کو خداتعالیٰ سے اطلاع پا کر دعویٰ فرمایا کہ میں وہی مصلح موعود ہوں جس کی خبر گزشتہ نوشتوں میں کی گئی ہے۔ گزشتہ نوشتوں اور پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ تمام صفات بکمال آپ کے وجود میں پوری ہوئیں جن کے مطالعہ سے کوئی انسان حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

...۞...۞...۞...

نماز کی لذت اور محبت

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 16 اپریل 2012ء میں قیادت تربیت مجلس انصاراللہ پاکستان کا مُرسلہ ایک مختصر مضمون شامل اشاعت ہے جس میں خلفائے احمدیت کے حوالہ سے نماز کی لذّت اور محبت کا تذکرہ، چند دلنشیں روح پرور واقعات کے حوالہ سے، کیا گیا ہے۔ ان واقعات میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

☆ 1910ء میں گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو جو چوٹ آئی تھی۔ گو بظاہر تو عرصہ چھ ماہ کے بعد اس سے آرام آگیا تھا مگر وہ تکلیف بکلّی رفع نہیں ہوئی تھی۔ آنکھ کے قریب ناسور باقی رہ گیا تھا جس کے باعث تھوڑا سا کام کرنے سے بھی بعض اوقات آپ تھکاوٹ اور ضعف محسوس کرنے لگتے تھے۔ اخبار ''بدر'' لکھتا ہے:

''یکم اپریل 1913ء کی شام مسجد اقصیٰ میں اچانک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو درس دیتے ہوئے ضعف جسمی ہوگیا۔ بیٹھ گئے پھر لیٹ گئے۔ ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے۔ چلنے کی قوّت نہ رہی، چارپائی پر اٹھا کر لائے۔ مگر راستہ میں جب مسجد مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا مجھے گھر نہ لے جاؤ مسجد میں لے جاؤ بمشکل تمام مسجد کی چھت پر پہنچ کر نماز مغرب پڑھی۔ کچھ دوائیں مقوّی استعمال کی گئیں باوجود اس تکلیف کے، بعد نماز مغرب ایک رکوع کا درس دیا۔ پھر چارپائی پر اٹھا کر گھر پر لائے، رات کو افاقہ ہوا صبح کو پھر درس دیا اور بیماروں کو دیکھا۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے ہے کہ یکم اپریل سے اوّل شب میں کثرت پیشاب کے سبب یہ دورہ ہوا تھا''۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نماز میں لذّت کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور اسے لذّت نہیں ملتی تو اس کو سوچنا چاہئے کہ یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ میں نے نماز تو پڑھ لی۔ دوسرا اس سے اعلیٰ ہے وہ نماز سمجھ کر پڑھتا ہے۔ مگر دنیاوی خیالات نماز میں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اس کو بھی خوش ہونا چاہئے کہ سمجھ کر تو نماز پڑھنی نصیب ہوئی۔ تیسرا لذّت بھی پاتا ہے اس کو بھی خوش ہونا چاہئے۔ اس طرح انسان ترقی کرسکتا ہے، شکر کرنے سے بھی ترقی ہوتی ہے۔ اگر پہلے ہی نماز کو اس خیال سے کہ لذّت نہیں ملتی، کوئی چھوڑ دے، تو وہ کیا ترقی کرے گا۔''

☆ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اپنی عمر کے گیارہویں سال میں کئے گئے ایک عہد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

1900ء میں جب میری عمر گیارہ سال کی تھی خداتعالیٰ پر میرا سماعی ایمان علمی ایمان میں تبدیل ہوگیا۔ اور ایک دن مَیں نے ضحیٰ کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کا جبّہ پہنا، اپنی کوٹھڑی کا دروازہ بند کیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور میں اس میں خوب رویا، خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی۔

...۞...۞...۞...

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 17 فروری 2012ء (مصلح موعودنمبر) میں مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کی ایک نظم شائع ہوئی ہے جس میں سے انتخاب پیش ہے:

تھی رفتار میں بجلیوں کی سی تیزی جب اس نے سنبھالی زمامِ خلافت
تسلسل ہے عہدِ مسیحا کا گویا ہے جاری وساری نظامِ خلافت

وہ تھا ایک جُہدِ مسلسل کا رَسیا پہاڑوں سے اونچے تھے سب کارنامے
مگر سب سے ارفع یہ تھا کارنامہ جو محکم کیا تھا مقامِ خلافت

بہت دکھ اٹھائے بہت درد جھیلے جگر گویا زخموں سے چھلنی ہوا تھا
اولوالعزم نے بار سارے اٹھائے مگر اونچا رکھا پیامِ خلافت

وہ تھا کل کا بچہ مگر فضلِ ربّ نے تھمائی کلید اس کو فتح وظفر کی
زمانے نے دیکھا وہ اک شیرِ نر تھا جب آیا کہیں پر بھی نامِ خلافت

وہ سچا فدائی تھا ملّت کا برحق، خدا اس پہ بارش کرے رحمتوں کی
لہو دے کے زندہ کیا دیں کو اس نے، وہ ٹھہرا ہے رازِ دوامِ خلافت

کریں اپنی نیکی کے معیار اُونچے کہ مانا ہے ہم نے مسیحِ زماں کو
دعا ہے کہ ہم اس بلندی کو چھولیں ہوا جس غرض سے قیامِ خلافت

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
February 16, 2018 – February 22, 2018

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday February 16, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:40	Dars-e-Hadith
01:00	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 47.
01:30	Jamia Ahmadiyya UK Sports Day 2015
02:25	In His Own Words
03:00	Spanish Service
03:35	Khazain-ul-Mahdi
04:05	Tarjamatul Qur'an Class: Recorded on April 30, 1996.
05:10	Rishta Nata Ke Masa'il
05:30	Seekers Of Treasure
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 79-87.
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 48.
07:00	Beacon Of Truth
08:00	Signs Of The Latter Days
08:50	Masjid Yadgar Rabwah
09:00	Peace Conference 2014
10:00	In His Own Words
10:30	Food for Thought
11:05	Deeni-o-Fiqahi Masail
11:35	Noor-e-Mustafwi
12:00	Tilawat [R]
12:30	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
14:30	Shotter Shondhane: Recorded on May 3, 2015.
15:30	Signs Of The Latter Days [R]
16:30	Friday Sermon [R]
17:40	Noor-e-Mustafwi [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:35	Beacon Of Truth [R]
19:30	Peace Conference 2014 [R]
20:15	Masjid Mubarak Rabwah [R]
20:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Friday Sermon [R]
22:45	Noor-e-Mustafwi [R]
23:00	Signs Of The Latter Days [R]

Saturday February 17, 2018

00:00	World News
00:30	Tilawat
00:45	Masjid Yadgar Rabwah
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	Peace Conference 2014
02:30	In His Own Words
03:00	Beacon Of Truth
03:45	A Brief History Of Denmark
04:00	Friday Sermon
05:15	Noor-e-Mustafwi
05:30	Deeni-o-Fiqahi Masail
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 88-93.
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 16.
07:05	MTA Travel
07:30	Open Forum
08:00	International Jama'at News
08:50	Masjid Yadgar Rabwah
09:00	Friday Sermon: Recorded on February 16, 2018.
10:10	In His Own Words
10:40	Dua-e-Mustaja'ab
11:15	Indonesian Service
12:15	Tilawat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Bangla Shomprochar
15:30	Khazain-ul-Mahdi
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	MTA Travel [R]
19:00	Open Forum [R]
19:30	Dua-e-Mustaja'ab [R]
20:05	Huzoor's Jalsa Salana Address Holland 2012
21:00	International Jama'at News [R]
21:50	Masjid Yadgar Rabwah [R]
22:00	Friday Sermon [R]
23:20	Khazain-ul-Mahdi [R]

Sunday February 18, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
01:00	Al-Tarteel
01:30	Huzoor's Jalsa Salana Address Holland
02:15	Masjid Yadgar Rabwah
02:25	In His Own Words
03:00	MTA Travel
03:25	Open Forum
04:00	Friday Sermon
05:15	Masjid Yadgar Rabwah
05:30	Khazain-ul-Mahdi
06:00	Tilawat: Surah An-Nisa, verses 94-101.
06:15	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
06:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 48.
07:00	Rah-e-Huda: Recorded on February 17, 2018.
08:35	Ashab-e-Ahmad
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: Recorded on November 24, 2013.
10:20	Rishta Nata Ke Masa'il
10:35	Shama'il-e-Nabwi
11:05	Indonesian Service
12:10	Tilawat [R]
12:20	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein [R]
12:40	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 16, 2018.
14:10	Shotter Shondhane: Recorded on May 3, 2015.
15:10	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
16:25	Rishta Nata Ke Masa'il [R]
16:40	Maidane Amal Ki Kahani
17:25	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Story Time
19:00	Live Beacon Of Truth
20:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
21:10	In His Own Words
21:40	Maidane Amal Ki Kahani [R]
22:05	Friday Sermon [R]
23:25	Ashab-e-Ahmad [R]

Monday February 19, 2018

00:00	World News
00:30	Tilawat
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
02:40	In His Own Words
03:10	Maidane Amal Ki Kahani
04:00	Friday Sermon
05:30	Khilafat-e-Haqqa Islamiya
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 102-109.
06:10	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 16.
07:00	Rencontre Avec Les Francophones
08:05	The Prophecy Of Musleh Ma'ood (ra)
09:00	Inauguration Of Baitul Wahid Mosque: Recorded on May 27, 2015.
10:25	Kids Time
11:00	Friday Sermon: Recorded on September 8, 2017.
12:00	Tilawat [R]
12:10	Dars-e-Hadith [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon [R]
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Inauguration Of Baitul Wahid Mosque [R]
16:30	International Jama'at News
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	The Prophecy Of Musleh Ma'ood (ra) [R]
19:30	The Review Of Religions [R]
20:00	Inauguration Of Baitul Wahid Mosque [R]
21:25	Signs Of The Latter Days
22:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood [R]

Tuesday February 20, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
01:00	Al-Tarteel
01:30	Inauguration Of Baitul Wahid Mosque
03:00	International Jama'at News
04:00	Rencontre Avec Les Francophones
05:10	The Prophecy Of Musleh Ma'ood (ra)
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
07:00	The Promised Son (ra)
08:00	Story Time
08:30	UK Tour Of Hazrat Khalifatul Masih II (ra) In 1924
09:00	Aye Fazle Umar Tujh Ko Jahan Yadh Karay Ga
10:00	The Prophecy Of Musleh Ma'ood (ra) [R]
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:15	The Life Of Hazrat Khalifatul-Masih II (ra)
12:30	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra) [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 16, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Musleh Ma'ood Day Special
16:30	Beacon Of Truth
17:15	UK Tour Of Hazrat Khalifatul Masih II (ra) [R]
17:40	An Introduction To Waqf-e-Jadid
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Rah-e-Huda: Recorded on February 17, 2018.
20:00	The Promised Son (ra) [R]
21:00	UK Tour Of Hazrat Khalifatul Masih II (ra) [R]
21:25	A Prophecy Fulfilled
22:20	Kuch Yaadein Kuch Baatein
23:20	Farzand-e-Ma'ood
23:55	World News

Wednesday February 21, 2018

00:15	Tilawat
00:30	Dars-e-Hadith
00:45	Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
01:15	The Promised Son (ra)
02:15	UK Tour Of Hazrat Khalifatul Masih II (ra)
02:35	Faith Matters: Programme no. 70.
03:40	A Prophecy Fulfilled
04:35	Musleh Ma'ood Day Special
06:00	Tilawat: Surah An-Nisaa, verses 121-129.
06:15	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 16.
07:00	Question And Answer Session: Recorded on September 4, 1996.
07:55	Pakistan National Assembly 1974
09:00	Huzoor's Jalsa Salana Address Holland: Recorded on May 20, 2012.
09:55	In His Own Words
10:25	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:15	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 16, 2018.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Huzoor's Jalsa Salana Address Holland [R]
16:00	In His Own Words [R]
16:30	Kuch Yaadein Kuch Baatein
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:35	French Service - Horizons d'Islam
19:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
20:00	Huzoor's Jalsa Salana Address Holland [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Kuch Yaadein Kuch Baatein [R]
22:30	Question And Answer Session [R]
23:30	InfoMate

Thursday February 22, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:40	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
01:00	Al-Tarteel
01:30	Huzoor's Jalsa Salana Address Holland
02:25	In His Own Words
02:55	Pakistan National Assembly 1974
04:00	Question And Answer Session
05:10	Kuch Yaadein Kuch Baatein
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 39.
06:55	Tarjumatul Qur'an Class: Recorded on April 2, 1996.
08:00	Beacon Of Truth: Recorded on January 14, 2018.
08:55	Huzoor's Reception At Maryam Mosque: Recorded on September 26, 2014.
10:00	In His Own Words
10:30	Roshan Hui Baat
11:05	Japanese Service
11:20	Pushto Muzakarah
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on January 12, 2018.
14:05	Beacon Of Truth [R]
15:00	In His Own Words [R]
15:30	Persian Service
15:55	Friday Sermon [R]
17:00	Seekers Of Treasure
17:45	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Roshan Hui Baat [R]
19:05	Open Forum
19:35	Khazain-ul-Mahdi
20:00	Friday Sermon [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Seekers Of Treasure [R]
22:25	Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:30	Attractions Of Canada

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 25 | Friday 16 February 2018 | Issue No. 07

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ بتاریخ 24رجنوری 2018ء بروز بدھ نماز ظہر سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محمود ہال (مسجد فضل لندن) میں تشریف لا کر مکرم شفیق احمد کھوکھر صاحب ابن مکرم حاجی قاضی نذیر احمد صاحب (آف لاہور۔ حال یوکے) کی **نماز جنازہ حاضر** اور کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر:

مکرم شفیق احمد کھوکھر صاحب ابن مکرم حاجی قاضی نذیر احمد صاحب (آف لاہور۔ حال یوکے)

21 جنوری 2018ء کو 78 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لاہور سے مخالفت کے باعث 2002ء میں یوکے آئے اور والتھم فارسٹ میں رہائش اختیار کی۔ بہت نیک، نمازوں کے پابند، تہجد گزار، خلافت کے ساتھ گہرا محبت کا تعلق رکھنے والے باوفا انسان تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

1۔ مکرم محمد ابراہیم کھوکھر صاحب (لیسٹر۔ یوکے)

5 نومبر 2017ء کو 84 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ 1972ء میں یوگنڈا سے یوکے آئے۔ جب لیسٹر میں جماعت قائم ہوئی تو وہاں کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ مرحوم انتہائی ملنسار، ہمدرد اور جماعت سے پختہ تعلق رکھنے والے بزرگ انسان تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرمہ مسرت بھٹی صاحبہ (انچارج انگریزی ڈاک ٹیم دفتر پرائیویٹ سیکرٹری لندن) کے بڑے بھائی تھے۔

2۔ مکرم فضل الرحمن صاحب (معلم سلسلہ سلی گوڑی۔ بنگال۔ انڈیا)

14 دسمبر 2017ء کو 47 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ 1999ء میں جامعۃ المبشرین قادیان سے معلم کورس پاس کیا۔ 1999ء سے 2015ء تک اپنے وطن سے دور صوبہ مہاراشٹر اور کرناٹک کی مختلف جماعتوں میں خدمت کی توفیق پائی اور کرناٹک میں ہی آپ کی شادی ہوئی۔ بعد ازاں سلی گوڑی صوبہ بنگال میں نہایت اخلاص کے ساتھ خدمت بجالاتے رہے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، اطاعت گزار، سلسلہ کا درد رکھنے والے بہت مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ اطاعت اور محبت کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی بذل الرحمٰن صاحب بھی سلسلہ کے معلم ہیں۔

3۔ مکرم عبدالرحمٰن احسن صاحب (جرمنی)

8راکتوبر 2017ء کو 51 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو حج اور عمرہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ہسپتال میں بھی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ چندوں کی ادائیگی میں بڑے باقاعدہ، بہت نیک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بچے یادگار چھوڑے ہیں۔

4۔ مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد احمد صاحب (جرمنی)

21 نومبر 2017ء کو 73 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے لیاقت آباد (کراچی) میں لجنہ کی سیکرٹری خدمت خلق کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ غریب بچیوں کی شادی کا بندوبست اور بیواؤں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ جرمنی آ کر بھی آپ نے پاکستان کی ضرورتمند خواتین کی مدد کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء سے بے انتہا محبت کرتی تھیں۔ اپنی اولاد کو ہمیشہ دین کی اہمیت اور جماعت اور خلافت سے مضبوط تعلق کی طرف توجہ دلاتی رہتیں۔ جرمنی میں فلورز ہائم کی مسجد کے لئے آپ نے اپنا سارا زیور پیش کیا۔ دیگر مالی تحریکات میں بھی ہمیشہ حصہ لیتی رہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں چھ بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم شیخ عبدالحنان صاحب مربی سلسلہ (جرمنی) کی پھوپھی تھیں۔

5۔ مکرم محمد شفیع صاحب (646 گ ب۔ ٹھٹھ کالوکا۔ تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد)

18 دسمبر 2017ء کو 89 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے خاندان میں احمدیت حضرت میاں محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آئی جو رشتہ میں آپ کے پڑدادا لگتے تھے۔ مرحوم نمازوں کے پابند، تہجد گزار، نہایت سادہ مزاج، دیندار، عبادت گزار، خلافت اور نظام سلسلہ سے بے انتہا محبت رکھنے والے بزرگ انسان تھے۔ جماعتی روایات اور اقدار کا بہت خیال رکھتے تھے۔ لمبا عرصہ اپنی جماعت میں سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ اپنے علاقے میں بہت ہر دلعزیز تھے اور لوگوں کے تنازعات وغیرہ کا تصفیہ کرواتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور چھ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم شہادت علی شاہد صاحب مربی سلسلہ (نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ ربوہ) کے والد تھے۔

6۔ مکرمہ بشیراں بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم ملک سردار بخش صاحب مرحوم (پکہ نسوانہ)

7/8 دسمبر 2017ء کی درمیانی رات کو ہارٹ اٹیک سے وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد مکرم ملک تاج حسین صاحب کے ذریعہ آئی جنہوں نے قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔ آپ بڑی سخی، مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

7۔ مکرمہ ثریا بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ملک احسان الحق صاحب (جاکے چیمہ ضلع سیالکوٹ)

23 اکتوبر 2017ء کو 75 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بہت نیک خاتون تھیں۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتی تھیں۔ جماعت سے دلی وابستگی تھی۔ لمبا عرصہ بطور صدر لجنہ جاکے چیمہ کے علاوہ لجنہ کے دیگر شعبوں میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔

7۔ مکرمہ منظور مبارکہ صاحبہ اہلیہ مکرم محمود خان رانا صاحب ایڈووکیٹ (دارالعلوم وسطی ربوہ)

11 نومبر 2017ء کو 61 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار خاتون تھیں۔ دو بچے حافظ قرآن ہیں۔ بہت سے یتامیٰ، بیوگان اور ضرورت مندوں کی مستقل کفالت کرتی تھیں۔ تمام مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ طاہر ہارٹ کے لیے خطیر رقم پیش کرنے کے علاوہ تھرپارکر میں کنویں کے لیے بھی رقم پیش کرنے کی توفیق پائی۔

9۔ مکرمہ رسولاں بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم فضل الٰہی صاحب مرحوم (تہال۔ ضلع گجرات)

22 نومبر 2017ء کو 100 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پیدائشی احمدی تھیں۔ آپ بے شمار خوبیوں کی مالک، انتہائی ملنسار، صابرہ وشاکرہ اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ 1974ء میں مخالفین احمدیت نے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا اور آپ کے شوہر پر بھی بہت تشدد کیا لیکن دکھ کی اس گھڑی میں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے صبر کے ساتھ ایمان پر قائم رہیں۔

10۔ مکرمہ ممتاز حمید صاحبہ اہلیہ عبدالحمید طارق صاحب مرحوم (آف مغلپورہ لاہور)

22 نومبر 2017ء کو 56 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، سلیقہ شعار، مہمان نواز، غریب پرور، یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھنے والی بہت ہمدرد خاتون تھیں۔ غریب رشتہ داروں کی بچیوں کو طلائی زیورات بھی بنوا کر دیتی تھیں۔ خلافت سے بے حد محبت کا تعلق تھا۔ خطبات باقاعدگی سے سنتیں اور ہر تحریک پر لبیک کہتی تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم اظہر حمید صاحب مربی سلسلہ (دفتر وقف جدید نظامت مال ربوہ) کی والدہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆...☆...☆

بقیہ: خلافت ثانیہ میں عظیم الشان ترقیات

از صفحہ 4

بیرونی ممالک میں احمدیہ درسگاہیں

نائیجیریا: 10۔ سکول

غانا: 16۔ پرائمری سکول۔

2۔ مڈل سکول۔ 1۔ سیکنڈری سکول۔ 1۔ عربی سکول

سیرالیون: 15۔ پرائمری سکول۔

2۔ سیکنڈری سکول

مشرقی افریقہ 3۔ سکول

کل تعداد **50**

بیرونی ممالک سے شائع ہونے والے اخبارات وجرائد

ملک	اخبار
امریکہ	AHMADIYYA GAZETTE
	THE MUSLIM SUNRISE
جرمنی	DER ISLAM
انڈونیشیا	SINAR ISLAM
نائیجیریا	THE TRUTH
سیلون	THE MESSAGE
مشرقی افریقہ	MAPENZI YA MUNGU (سواحیلی)
	EAST AFRICAN TIME
	VOICE OF ISLAM (لوگنڈا)
لندن	THE MUSLIM HERALD
کوپن ہیگن	AKTIVE ISLAM
ہالینڈ (ہیگ)	AL ISLAM
کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ)	AL-ASR
سیرالیون	THE AFRICAN CRESCENT
غانا	THE GUIDANCE
ماریشس	LE MESSAGE

بجٹ سال 1965ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کے سال تک جماعت احمدیہ کا سالانہ مجموعی بجٹ 7219173 (بہتر لاکھ انیس ہزار ایک صد تہتر روپے) تک پہنچ چکا تھا۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

بجٹ صدر انجمن احمدیہ	3424253
بجٹ تحریک جدید انجمن احمدیہ	3624920
بجٹ وقف جدید انجمن احمدیہ	170000

عظیم الشان روحانی فتوحات اور تحریکات پر ایک طائرانہ نظر

☆ 100 کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات۔

☆ ممالک بیرون میں 311 مساجد کی تعمیر۔

☆ 46 ممالک میں احمدیہ مشنوں کا قیام۔

☆ 164 رواقفین زندگی نے بیرونی ممالک میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔

☆ 16 زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت۔

☆ 24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز کا قیام۔

☆ 28 دینی مدرسوں اور 17 ہسپتالوں کا قیام۔

☆ 40 کے لگ بھگ اخبارات ورسائل کا اجراء۔

☆ حضور کی 225 کتب ورسائل کی تصنیف۔

☆ 10 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر۔

...............(باقی آئندہ)